جاء الحق و زهق الباطل

اظہار حقیقت مع "حق نما"

علماء حق پر معاندین اہل بدعت کے
اعتراضات اور ان کے جوابات

تصنیف

حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

اضافه و حاشیه

محمد زید مظاہری ندوی
استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر
ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا، ہردوئی روڈ لکھنؤ

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

حق آیا اور باطل مٹ گیا

اظہار حقیقت مع "حق نما"

علماء حق پر معاندین اہل بدعت کے اعتراضات اور ان کے جوابات

از

حبیب الامت حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ

اضافہ و حاشیہ

محمد زید مظاہری ندوی

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ

ملنے کا پتہ:- ندوی بکڈپو ندوۃ العلماء لکھنؤ پوسٹ بکس نمبر ۹۳

تفصیلات

نام کتاب	اظہار حقیقت مع "حق نما"
مصنف	عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ
ترتیب، اضافہ وحاشیہ	محمد زید مظاہری ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
ناشر وطابع	ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ
اسٹاکسٹ	ندوی بکڈپو لکھنؤ پوسٹ بکس نمبر ۹۳
صفحات	۱۸۰ر
کمپیوٹر کتابت	لکھنؤ کمپیوٹر۔۳۱ر گھسیاری منڈی لکھنؤ۔
قیمت	
اشاعت اول	گیارہ سو۔ ۱۴۲۳ھ

ملنے کے پتے

(۱) ندوی بکڈپو لکھنؤ پوسٹ بکس نمبر ۹۳ (۲) مکتبہ الفرقان نظیر آباد لکھنؤ
(۳) مکتبہ رحمانیہ ہتھوار ضلع باندہ یوپی (۴) ارشد بکڈپو ہتھورا باندا یوپی
(۵) نعیمیہ بکڈپو دیوبند اور دیوبند وسہارنپور کے جملہ کتب خانے
(۶) مکتبہ اشرفیہ ہردوئی (۷) تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر
(۸) مفتی اقبال احمد صاحب مدرسہ مظہر العلوم نکھٹو شاہ بیکن گنج۔ کانپور

خط وکتابت کا پتہ:۔ محمد زید مظاہری ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
پوسٹ بکس نمبر ۹۳۔

فہرست کتاب اظہارِ حقیقت مع حق نما

باب۱ مولانا اسماعیل شہیدؒ پر اعتراضات اور ان کے جوابات

باب۲ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ پر اعتراضات اور ان کے جوابات

باب۳ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی عبارت پر اعتراضات اور ان کے جوابات

باب ۵ تبلیغی جماعت اور وہابیوں سے متعلق اعتراضات اور ان کے جوابات

حق نما:- اہل بدعت کے ۱۹/ سوالوں کے جوابات

نوٹ:- خط کے نیچے کی عبارت اضافہ وحاشیہ ہے بعض مقامات پر اضافہ کئی کئی صفحات کا ہے وہاں پر بطور علامت کے صفحہ کے اوپر ہی خط کھینچ دیا گیا ہے۔

عرض مرتب

حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہ کی شخصیت اور آپ کے علمی و اصلاحی اور تبلیغی کارنامے اہل بصیرت پر مخفی نہیں، علمی وروحانی مراحل سے فراغت کے بعد آپ اپنے ہی علاقہ کے ایک قریبی ضلع (فتح پور) میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے کہ اچانک اطلاع ملی کہ علاقہ کے بعض خطوں میں چند جاہل مسلمان فتنہ ارتداد کا شکار ہو چکے ہیں اور یہ فتنہ تیزی سے بڑھتا ہی جارہا ہے خبر سنتے ہی آپؒ نے تدریسی سلسلہ موقوف فرما کر پورے علاقہ کا تبلیغی دورہ فرمایا، بحمدہ تعالیٰ آپ کی جدوجہد کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مرتدین کو مشرف باسلام ہونے کی توفیق نصیب فرمائی۔

علاقہ کا دورہ کرتے ہوئے آپ کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ سب جہالت کے کرشمے ہیں، علم کی روشنی نہ ہونے کے سبب لوگ گمراہیوں حتیٰ کہ ارتداد کا شکار ہورہے ہیں۔ اسلام گویا صرف چند رسوم کا نام رہ گیا تھا، بعض اہل ہوا شکم پرست پیروں نے اسلام کی نہایت ناقص اور غلط تصویر پیش کررکھی تھی اور محض چند رسمیات کو نجات کے لئے کافی بتا کر من مانی اور نفسانی زندگی گزارنے کا عادی بنا رکھا تھا اور خود نذرانے اور ہدایا و تحائف کی وصولیابی کو بڑی کامیابی سمجھتے تھے۔

ایسے نازک حالات میں حضرت اقدس نے کام کی یہ ترتیب قائم فرمائی کہ ایک طرف تو آپ نے علاقہ کا تبلیغی دورہ فرمایا اور دوسری طرف جہالت دور کرنے کے لئے ایک دینی مدرسہ (اسلامی قلعہ) کی بنیاد ڈالی الحمدللہ حضرت اقدس کی محنت وجدوجہد کے نتیجہ میں جب لوگوں کو علم دین کی روشنی ملی تو دینی شعور بیدار ہوا اور ان کی آنکھیں کھلیں، ان کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر آنے کے

بعد ان کو حق و باطل کی تمیز ہوئی جس کے نتیجہ میں لازمی طور پر حق پسند طبقہ ہوا پرست پیروں اور باطل پرست علماء سے بیزار ہو کر دامنِ حق اور علماء حق سے وابستہ ہونے لگا۔ باطل پرست علماء و پیروں کی دکانیں پھیکی پڑ گئیں اور ان کے نذرانے اور ہدایا و تحائف میں کمی ہونے لگی۔ جس کی وجہ سے اس فرقہ کے لوگ ہاتھ دھو کے حضرت کے پیچھے پڑ گئے اور حضرت اقدس کو بری طرح بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔ قدم قدم پر رکاوٹیں ڈالی گئیں حد تو یہ کہ راستہ چلتے پتھر تک برسائے گئے۔ سخت دل آزار خطابات مثلاً "دشمنِ رسولؐ" "صدیق زندیق" جیسے خطابات سے نوازا گیا' کفر کے فتوے صادر ہوئے' اسٹیجوں میں طعن و تشنیع کی گئی' مناظروں کے چیلنج اور قتل تک کی دھمکیاں دی گئیں۔ لیکن حضرت اقدسؒ نے ان سب مخالفتوں کا کچھ بھی اثر نہ لیا' نہ آپ نے مقابلہ کے لئے جماعت تیار کی' نہ مناظرہ کے درپے ہوئے' ان کی گالیاں سن کر صبر اور خاموشی کے ساتھ مثبت انداز میں اپنے کام میں لگے رہے الحمد للہ پورے علاقہ میں اس کے اچھے اثرات سامنے آئے' باطل فرقہ والے بوکھلا کر سوائے الزامات اور طعن و تشنیع کے کچھ نہ کر سکتے تھے' سوائے نعروں اور مناظروں کے چیلنجوں کے ان کے پاس کچھ بھی نہ رہ گیا تھا' آئے دن اشتہار' پوسٹر بازی اہل حق علماء کے خلاف طرح طرح کے اعتراضات اور مناظرہ کا چیلنج ہوتا رہتا تھا لیکن ہمارے حضرت اقدسؒ مناظرہ کو امت کے حق میں بے سود اور مضر سمجھتے تھے' اس لئے کبھی مناظرانہ طرز عمل کو پسند نہیں فرمایا۔

لیکن جب معاملہ حد سے آگے بڑھا اور خطرہ محسوس ہوا کہ اہل حق علماء پر الزامات و اعتراضات کے نتیجہ میں سیدھے سادے مسلمان بدگمانی کا شکار ہو کر علماء اہل حق سے منحرف نہ ہو جائیں' اس وقت حضرت نے ضرورت محسوس

فرمائی کہ حقیقت کا انکشاف اور حق کا اظہار کر دیا جائے' لیکن رسمی مناظرہ بازی کو آپ بہت مضر سمجھتے تھے' البتہ افہام وتفہیم کے لئے حق پرستوں کے لئے حقیقت کا انکشاف اور صحیح رہنمائی حضرت واجب سمجھتے تھے چنانچہ جب بعض سنجیدہ حضرات نے اس قسم کے سوالات حضرت اقدس سے کئے اور بریلویت یا وہابیت کے نزاع کی حقیقت کو سمجھنا چاہا تو حضرت نے تسلی بخش جوابات ان کو تحریر فرمائے۔ یہ رسالہ دراصل حضرت اقدس کے اسی نوع کے مضامین کا مجموعہ ہے' پہلے رسالے "بریلوی مسلک کی حقیقت اور تاریخ وہابیت" میں ان کے مسلک کی حقیقت واضح کر کے وہابیت کی تاریخ بیان کی گئی ہے جو اصلاً حضرت کے متعلقین وخصوصی لوگوں میں سے ایک فہیم ڈاکٹر صاحب کے خط کا جواب ہے۔

دوسرے رسالے "اظہار حقیقت" نیز رسالہ "حق نما" میں اہل بدعت معاندین کی طرف سے اکابر علماء دیوبند پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات تحریر کئے گئے ہیں۔ مؤخرالذکر رسالہ حق نما اس سے پہلے بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس رسالہ پر ایک صاحب نے اعتراضات لکھ کر بھیجے تھے۔ ان کے جوابات بھی حضرت نے تحریر فرمائے' جس کو اضافہ کے عنوان سے اپنے اپنے مقام پر لاحق کر دیا گیا ہے۔ نیز بعض حکام کی درخواست پر حضرتؒ نے تبلیغی جماعت کا مختصر تعارف بھی تحریر فرمایا ہے۔ نیز بعض مضامین میں فروعی مسائل کی وجہ سے اختلاف کو ختم کرنے اور اتحاد و اتفاق قائم کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ وہ بھی اس میں شامل کر دئے گئے ہیں۔

اس نوع کے مضامین لکھنے سے حضرت کو قطعاً دلچسپی نہ تھی لیکن شرعی ضرورت کی بنا پر مجبوراً حضرت نے اس کے لئے وقت نکال کر جوابات تحریر فرمائے۔ رسائل و مضامین کی ترتیب اور حسب ضرورت اضافہ و حاشیہ احقر کی

طرف سے ہے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس حقیر کوشش کو قبول فرما اور امت کی اصلاح و ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

محمد زید غفرلہ مظاہری ندوی

۹؍ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا نفیس اکبر صاحب اویس ہسوی مد ظلہ العالی

صدر المدرسین جامعہ عربیہ ہتورا ضلع باندہ۔ یوپی۔

عارف باللہ عالم ربانی حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی وناظم جامعہ عربیہ ہتوار کے مزاج گرامی اور عمل کی خاموش جدوجہد سے جو حضرات واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہایت بامروت، کسی کی دل شکنی سے پرہیز کرنے والے۔ بحث ومباحثہ سے الگ تھلگ رہنے والے اور انتہائی ناسازگار حالات میں دینی علمی تبلیغی کاموں میں لگے رہنے والے تھے، امت مسلمہ جن شدید بحرانی حالات سے گزر رہی ہے ان کا تقاضا بھی ہے کہ اختلاف وانتشار پیدا کرنے کے بجائے امت اتحاد واتفاق کے ساتھ باطل کا مقابلہ کرے۔ اور اپنے درمیان ایسے حالات نہ پیدا ہونے دے جس سے اعداء اسلام کو تقویت ملے۔

مگر مخالفین اور معاندین حضرت کو گھیرنے اور طرح طرح سے بے بنیاد سوالات کرنے کی کوشش کرتے تھے جن سے مجبور ہو کر حضرت کو حقیقت بیان کرنی پڑتی تھی، انہیں حالات میں حضرت نے معاندین اہل بدعت کے کچھ سوالات کے جواب لکھ کر ایک کتاب تیار کی تھی۔

حضرت کے خادم خاص اور جلوت وخلوت میں حاضر باش عزیز محترم مفتی محمد زید سلمہ مدرس جامعہ عربیہ ہتورا ضلع باندہ یوپی نے اس کتاب کی نقل حاصل کرلی تھی چنانچہ اب مفتی صاحب موصوف اس کتاب کو منظر عام پر لارہے ہیں اور حضرت کے تبرکات کو شائع کر رہے ہیں۔ ”بریلوی مسلک کی

حقیقت" اور "تاریخ وہابیت" نامی کتاب میں کسی پر حملہ کرنا یا کسی کی دل آزاری مقصود نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت ظاہر کرنا اور ناواقف حضرات کی تشفی کرنا مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع و مفید بنادے اور امت کو ہر قسم کی الجھن اور انتشار سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

نفیس اکبر اویس ہسوی
خادم جامعہ عربیہ ہتورا ضلع باندہ
۱۵/ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

تقریظ

حضرت مولانا عبداللہ صاحب حسنی ندوی مد ظلہ العالی

استاد کلیۃ الشریعہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمد لِللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدالمرسلین وخاتم النبیین محمدوعلی الہ و الطاهرین وصحبه الغرّ المیامین وعلی من تبعهم باحسان ودعابدعوتهم الی یوم الدین

ایک حدیث صحیح کی پیشن گوئی کے مطابق قیامت تک ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو دین کی صورت مسخ کرنے والوں اوران کے جھوٹے دعووں کی قلعی کھولتے رہیں گے۔

روایت میں ہے

یحمل هذاالعلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین

"اس علم کے ہر نسل میں ایسے عادل اور متقی حامل وارث ہوں گے جو اس دین سے غلو پسند لوگوں کی تحریف، اہل باطل کے غلط انتساب اور دعوے اور جاہلوں کی دوراز کار تاویلات کو دور کرتے رہیں گے"۔

ہمارا ملک ہندوستان جو ایک گہوارۂ علم و فضل رہا ہے اور اس کو اولیاء اور مشائخ کرام کی اقامت گاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا تو دوسری طرف عقیدت میں غلو، جاہلانہ تاویل و توجیہ اور جھوٹے اور من گھڑھت باتوں کی اشاعت کی آماجگاہ بھی رہا ہے، جس کی وجہ سے اہل حق اور اہلسنت کو بڑی دشواریوں کا سامنا

کرنا پڑا۔

اس غلو پسندانہ ذہنیت سے فائدہ اٹھا کر بعض شاطر قسم کے لوگوں نے اہل حق کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا اور ان کو بدنام کرنے میں کسر اٹھا نہیں رکھی خاص طور سے حضرت سید احمد شہید، حضرت مولانا اسماعیل شہید و مولانا رشید احمد گنگوہی اور دیگر اکابر اہل حق (جنہوں نے امت ہندیہ اسلامیہ کو راہ حق دکھانے کے لئے سنت پر چلانے کے لئے اور عقیدۂ توحید پر لانے کے لئے جو جنت میں داخلہ کی شاہِ کلید ہے جس پر چودہ سو سال سے آج تک تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس کے بغیر نجات ممکن نہیں) سر دھڑ کی بازی لگا دی اور اس کے خاطر ایسی ایسی قربانیاں پیش کیں جو وہی حضرات پیش کر سکتے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین سے نسبت خاص حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوششوں کو قبول فرمایا اور لا تعداد بندگان خدا کو راہ ہدایت نصیب ہوئی۔

یہ کامیابی اور مقبولیت ان کو ایک آنکھ نہ بھائی اور انہوں نے نئے نئے الزامات لگا کر اور افتراء پردازی کر کے ان کو بدنام کرنے کی کوشش شروع کر دی، کبھی تو ان عبارتوں کو توڑ مروڑ کر پیش کیا کبھی ان کی طرف غلط عقائد منسوب کئے، کبھی وہابیت کا شگوفہ چھوڑ کر ان سے بد ظن کرنے کی کوششیں کیں، عام پڑھے لکھے (جو تحقیق کے عادی نہیں ہوتے) اور جاہل قسم کے عوام ان کے پروپیگنڈہ کا شکار ہونے لگے جس کو دیکھ کر ہر وہ شخص بے چین ہو گیا جس کو اللہ نے درد عطا فرمایا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا اور سنتوں کا دلدادہ ہے، اور جس سے جو ہو سکا وہ اس نے کیا جس کا خاطر خواہ فائدہ بھی ہوا۔

اس آخری دور میں ہمارے ان مشرقی اضلاع کے مسلم الثبوت بزرگ اور ممتاز عالم دین حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ

جن کی صحبت بابرکت سے نہ جانے کتنے اللہ کے بندوں کو نفع پہونچا، ان کو بھی اس کی بڑی فکر تھی مختلف اضلاع سے لوگ ان سے اس طرح کے سوالات کیا کرتے تھے، حضرت ان کو تشفی بخش جوابات عنایت فرمایا کرتے تھے، یہی وہ جوابات ہیں جو محبّ مکرم مولانا مفتی زید صاحب جوایک عرصہ تک حضرت کی خدمت میں رہے ہیں مرتب کرکے شائع کرنے جارہے ہیں۔ان جوابات میں ان تمام الزامات اور افتراء پردازیوں کی حقیقت سامنے آگئی ہے جوایک عرصہ سے چلائے جارہے ہیں انشاء اللہ ان سے ان اللہ کے بندوں کو بہت نفع ہوگا جو حقیقت سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں اور اپنے دین وایمان کی خیر چاہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ تحریر حقیقت آشنائی کا ذریعہ بنے اور بھٹکے ہوئے لوگوں کی ہدایت کا پیش خیمہ ثابت ہو۔یہ کتاب اللہ کے مخلص ومقبول بندے کی تحریر ہے اس لئے یہ بھی نافع اور مقبول ہوگی اور ان کے لئے صدقہ جاریہ ہوگی۔

عبداللہ حسنی ندوی
دارالعلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظــــہــــار حــقــیــقــت

از قلم حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

شہر کھنڈوہ سے ۳۵ کلو میٹر کے فاصلہ پر ایک مقام "کھرالا" ہے وہاں کے کچھ لوگوں نے کھنڈوہ آکر جامعہ خیر العلوم کے مدرسین سے سوالات شروع کردیئے اور جواب کا مطالبہ کیا ان سے کہا گیا کہ ہم لوگ رات دن تعلیم میں اور مدرسہ کی ضروریات میں اپنے کو مشغول رکھتے ہیں۔ ان تمام چیزوں سے جن سے انتشار اور اختلاف پیدا ہو ہمیشہ احتراز کرتے ہیں لیکن ان لوگوں کا اصرار بڑھتا گیا یہاں سے جانے کے بعد بھی وہ اہل مدرسہ سے جواب کا مطالبہ کرتے رہے۔ اہل مدرسہ نے مدرسہ کے سرپرست حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا اور صورتِ حال سے باخبر کیا حضرت نے فرمایا کہ ان کے تمام سوالات لکھ کر بھیج دو۔ چنانچہ اعتراضات کی نقل حضرت کی خدمت میں بھیج دی گئی۔ حضرت نے سب کے جوابات تحریر کرکے بھیج دیئے۔ اہل حق حضرات نے دیکھا بہت پسند کیا۔

مشورہ ہوا کہ اس قسم کے اعتراضات ہر جگہ لوگ کرتے رہتے ہیں۔ اگر ان کی اشاعت ہو جائے تو اس میں سب کا فائدہ ہوگا اس مجموعہ کا نام "**اظہار حقیقت**" رکھا گیا ہے جو ہدیہ ناظرین ہے۔

تمام ناظرین سے گزارش ہے کہ انصاف کی نگاہ سے اس کا مطالعہ کریں اور خود فیصلہ کریں کہ اہل حق حضرات پر کس طرح بہتان لگا کر بدنام کیا جارہا ہے۔

اللہ ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم رکھے اور پیغمبر ﷺ کی سچی محبت اور اتباع نصیب فرمائے۔ آمین۔ (صدیق غفرلہ)

پورا مضمون حضرت کا تحریر کردہ ہے اشاعت کی غرض سے اولاً اہل مدرسہ نے تحریر کیا حضرت اقدس نے اس کو ملاحظہ فرما کر اہل مدرسہ کی طرف سے اپنے قلم سے یہ مضمون تحریر فرمایا۔ حضرت اقدس کا تحریر کردہ اصل مضمون احقر کے پاس محفوظ ہے۔

اہل بدعت کے اعتراضات

مولانا اسماعیل دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی تعلیمات

(۱) نماز میں حضرت محمد ﷺ کی طرف خیال لے جانا اپنے گائے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ (صراط مستقیم)

(۲) جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان)

(۳) حضور ﷺ کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنا چاہیے کیونکہ آپ بھی انسان ہیں۔ (تقویۃ الایمان)

(۴) روضہ مطہرہ کا فقط زیارت کے لئے سفر کرنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)

(۵) انبیاء کی تعظیم بشر کی سی کرو۔ (تقویۃ الایمان)

(۶) جس نے حضور ﷺ کے روضہ کو دیکھا گویا اس نے کسی بت کو دیکھا۔ (کتاب التوحید)

مولانا رشید احمد گنگوہی (رحمۃ اللہ علیہ) کی تعلیمات

(۱) لکھتے ہیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب (تقویۃ الایمان) ہر گھر میں رکھنا عین اسلام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

(۲) لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاص رسول اللہ نہیں ہے یعنی حضور کے علاوہ بھی کسی کو لکھا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۰۴)

(۳) وہ شخص جو صحابہ کرام کو کافر قرار دے ملعون ہے' ایسے آدمی کو مسجد کا

امام بنانا حرام ہے لیکن وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب جماعتِ سنت سے خارج نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

(۴) سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میری اتباع پر۔

(تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۱۷)

یہ دعویٰ جو صرف اور صرف حضور ﷺ کرتے رہے ہیں لیکن رشید احمد گنگوہی اپنے متعلق کر رہے ہیں یہ فیصلہ پڑھنے والے حضرات خود ہی فرمائیں۔

(۵) محرم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر کرنا، سبیل لگانا، شربت پلانا، اور چندہ سبیل و شربت میں دینا یا دودھ پلانا یہ سب درست نہیں اور تشبیہ روافض کی وجہ سے حرام ہے (اس کی جگہ) ہندو جو پیاؤ لگاتے ہیں اس کا پانی پینا جائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۹)

(۶) منی آرڈر کے ذریعہ روپیہ بھیجنا درست اور سود میں داخل ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ)

(۷) عیدین میں گلے ملنا بدعت ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ۔)

مولانا اشرف علی تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی تعلیمات

(۱) مردے کا تیجہ کرنا، دسواں بیسواں اور چالیسواں کرنا، عرس میں جانا، بزرگوں کی منت ماننا فاتحہ نیاز گیارہویں شریف وغیرہ متعارف طور پر کرنا، رواج کے مطابق میلاد شریف کرنا تبرکات کی زیارت کے لئے عرس کا انتظام کرنا، شب برأت کا حلوہ پکانا اور رمضان شریف کے ختم قرآن کے موقع پر شیرینی باٹنا یہ سب ناجائز بدعت اور حرام ہے۔

(۲) جیسا علم غیب حضور ﷺ کو ہے ایسا علم غیب تو ہر جانور نیز بچے و ہر پاگل کو حاصل ہے اس میں سرکار کی کیا تخصیص ہے۔ (حفظ الایمان)

نوٹ: اس کہنے والے پر علماء حجاز و حرمین شریفین کے اپنے وقت کے علماء نے جو کفر کے فتوے لگائے ہیں وہ حسام الحرمین دیکھنے سے ظاہر ہے۔

مولانا قاسم نانوتوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی تعلیمات

(۱) انبیاء اگر ممتاز ہوتے ہیں تو صرف علوم میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل تو اس میں امتی برابر ہو جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس، ص ۵)

(۲) ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ۔ خاتم کے معنی ہیں اصل نبی نہ کہ آخری نبی، آخری نبی عوام کا خیال ہے فرض کیجئے آپ کے زمانے میں کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی آپ کی خاتمیت باقی رہتی ہے خاتمیت میں کوئی فرق نہ پڑے گا۔

(تحذیر الناس، ص ۱۴)

اس عقیدہ میں مرزا غلام احمد قادیانی ان کا شاگرد رشید ہوا کیونکہ اس نے بھی یہی کہا ہے کہ میں بروزی نبی ہوں لکھتا ہے کہ اب خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بھی بہتر ہے غلام احمد قادیانی۔

(دافع البلاء ص ۲۰)

تبلیغی جماعت پر اعتراضات

اپنے بارے میں تبلیغی جماعت والوں کو خود یہ اقرار ہے کہ ہم نجدی وہابی ہیں کوئی دوسرا اگر یہ بات کہے تو شاید یہ الزام سمجھا جائے گا۔ رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں کہ "محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان

کے عقائد عمدہ تھے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ اول)

(۲) تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ کے لئے کچھ مت لایا کرو۔ (اشرف السوانح)

(۳) مولانا الیاسؒ کے انتقال کے بعد ان کی جانشینی کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا منظور احمدؒ نعمانی کہتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں ہمارے لئے اس بات میں کوئی خاص کشش نہ ہوگی کہ یہاں حضرت کی قبر ہے' یہاں مسجد ہے جس میں حضرت نماز پڑھتے تھے۔ (سوانح مولانا یوسف ص ۱۹۳)

اب ہے کوئی تبلیغی جماعت والا جو ان حوالوں کے بعد یہ کہے کہ میں نجدی وہابی نہیں ہوں الغرض یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ حضرات حقیقتاً وہابی ہیں اور ان کے پاس اعتقاد و عمل کا جو بھی سرمایہ ہے وہ مدینے کا نہیں نجد کا ہے۔

باب ۱

مولانا اسماعیل شہیدؒ پر اعتراضات اور ان کے جوابات

پہلا اعتراض:۔ نماز میں حضور پاک ﷺ کا خیال آنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

معترض کی عبارت:۔ نماز میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف خیال لے جانا اپنے گائے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ (صراط مستقیم)

الجواب

صراط مستقیم کی عبارت پر جو اعتراض ہے اس کے جواب سے پہلے یہ بات اپنے ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ صراط مستقیم مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجلس میں جو باتیں بیان کرتے تھے ان باتوں کو ان سے تعلق رکھنے والے لکھ لیتے تھے۔ صراط مستقیم ان ہی باتوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں چار باب ہیں۔ باب اول اور باب چہارم میں جو باتیں ہیں ان کو مولانا اسماعیل شہیدؒ نے جمع کیا تھا اور باب دوم اور باب سوم میں جو مضامین ہیں وہ حضرت مولانا عبدالحئیؒ صاحب کی جمع کی ہوئی ہیں اور ان چاروں بابوں کو مولانا اسماعیل شہیدؒ نے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ جن میں اپنی باتیں نہیں تحریر کیں بلکہ یہ سب ملفوظات ہیں حضرت سید احمد شہیدؒ کے۔ یہ عبارت جس پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ باب دوم کی ہے اور جیسا کہ ابھی عرض کیا ہے کہ باب دوم اور باب سوم کو حضرت مولانا عبدالحئیؒ صاحبؒ نے مرتب کیا ہے اس لئے مولانا اسماعیل شہیدؒ پر اعتراض غلط ہے لیکن جو شخص کسی کو بدنام کرنا چاہتا ہو وہ حق کو ناحق نہیں

دیکھتااور نہ اس کو خداکاخوف ہو تا ہے۔

بہر حال اس کا فیصلہ تو بروز قیامت ہوگا۔ اس کے بعد سمجھئے کہ صراط مستقیم فارسی زبان میں ہے معترض کا جس عبارت پر اعتراض ہے اس کی اصل عبارت یہ ہے۔

(صرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند مرتبہ تراز استغراق در صورت گاؤ خر خود است کہ خیال آں با تعظیم واجلال بسوئے دل انسان می چپد بخلاف خیال گاؤ خر کہ نہ آں ندر چسید گی می بود ونہ تعظیم بلکہ مہمان و محترم بودوایں تعظیم واجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود بشود بشرک می کشد)

اسی سلسلہ میں ایک دوسری جگہ تحریر فرمایا ہے۔

"د لتصور شغل مذکور ایں ست کہ برائے دفع خطرات و جمعیت ہمت صورت شیخ راکما ینبغی بہ تعین و تشخیص در خیال حاضر می کنند وفود باب ذو تعظیم تمام مہمگی ہمت خود متوجہ بآں صورت می شعوند کہ گویا باداب و تعظیم رو بروئے شیخ نشستہ اندودل بالکل بآسو متوجہ می سازند"۔

اس عبارت میں جو ہمت کا لفظ ہے اس کو خیال کے معنی میں لے کر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہ صوفیائے کرام کی ایک خاص اصطلاح ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دل کو تمام چیزوں سے ہٹا کر کسی ایک طرف اس طرح لگادیا جائے کہ سوائے اس کے کسی اور کی طرف دھیان نہ جائے جیسے سخت پیاس کی حالت میں پانی ہی کی طرف توجہ ہوتی ہے کسی اور چیز کا تصور نہیں ہوتا۔

کبھی اس ہمت کا تعلق استفادہ باطنی کے لئے اپنے شیخ یارسول اللہ ﷺ سے کردیا جاتا ہے اور اس وقت دل کو تمام چیزوں سے خالی کر کے اسی طرف

متوجہ کیا جاتا ہے جو اس کا مطلوب ہے حتیٰ کہ اس وقت دل میں اللہ تعالیٰ کا خیال بھی نہیں ہوتا اس کو صوفیاء کے یہاں شغل رابطہ بھی کہا جاتا ہے۔

صراط مستقیم کی یہ عبارت اسی شغل رابطہ کے بارے میں ہے کہ یہ شغل نماز میں نہ کرنا چاہیئے کیونکہ نماز میں تو پوری توجہ اللہ پاک کی طرف ہوتی ہے اور اس شغل میں جب شیخ یا رسول اللہ ﷺ کی طرف اس طرح توجہ کی جائے گی کہ اللہ پاک کی طرف بھی توجہ نہ رہے تو نماز کیسے درست ہو گی جب خدا کی طرف توجہ ہی نہ رہی بلکہ قصداً اللہ پاک کی طرف سے توجہ ہٹائی گئی تو پھر نماز کہاں درست ہو گی۔

اسی کو فرمایا ہے کہ اس صورت میں تو نماز ہی ختم ہو جائے گی بر خلاف اس کے کہ اگر خدانخواستہ کسی کا خیال بیل' خچر یا کسی اور حقیر چیز کی طرف گیا تو نمازی جلدی سے اپنے خیال کو ہٹائے گا اور اس حقیر چیز کی طرف دل نہ لگائے گا اس لئے کہ اس کو اس چیز سے کوئی دلچسپی نہ ہو گی بلکہ اس کو برا سمجھے گا۔

ناظرین کرام خود فیصلہ کریں کہ نعوذ باللہ اس میں حضور اکرم ﷺ کی کہاں توہین ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی کو بدنام ہی کرنا چاہتا ہے اور اس کی عبارت کا غلط مطلب نکال کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ معترض نے اعتراض کے سلسلہ میں صراط مستقیم کی جو عبارت لکھی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"نماز میں حضرت محمد ﷺ کی طرف خیال لے جانا گائے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے اور حوالہ دیا ہے کہ یہ عبارت صراط مستقیم میں ہے۔"

ناظرین کرام خود کتاب دیکھیں کہ صراط مستقیم میں یہ الفاظ نہیں ہیں معترض نے یہ عبارت اپنی طرف سے بنالی ہے۔

نماز میں حضور ﷺ کا خیال آجانے کے متعلق علماء دیوبند کا عقیدہ و مسلک

دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہی اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"نماز کو سمجھ کر پڑھنے کا حکم ہے جب نماز میں قرآن پاک کی وہ آیات پڑھے گا جن میں نام مبارک موجود ہے جیسے محمد رسول اللّٰہ ..الآیہ تو معنی پر دھیان کرنے کے لئے تصور مبارک ضرور آئے گا۔ اور جب تشہد پڑھے گا تب بھی تصور آئے گا۔ پھر یہ کہنا کہ خیال آنے سے نماز نہیں ہوتی اور اس کو علماء دیوبند کی طرف منسوب کرنا بہتان ہے جس سے علماء دیوبند بری ہیں۔ واللّٰہ اعلم بمانقول و کیل۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۵۱)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

نماز کو سمجھ سمجھ کر پڑھنے کا حدیث شریف میں حکم آیا ہے یعنی جو کچھ پڑھا جائے اس کو سمجھ کر پڑھا جائے۔ جب نماز میں حضرت رسول مقبول ﷺ کا نام مبارک آئے گا۔ مثلاً محمد رسول اللّٰہ ۔ ما کان محمد ابا احد وغیرہ پڑھے گا تو حضور پُر نور ﷺ کا ضرور تصور آئے گا۔ اسی طرح جب التحیات میں پڑھے گا السلام علیك ایھا النبی ورحمة الله وبرکاته اور جب درود شریف میں پڑھے گا۔ اللھم صل علی سیدنا محمد تب بھی تصور آئے گا۔ اس سے تو نماز کا درجہ بہت بلند ہو جائے گا نہ اس سے نماز فاسد ہو گی' نہ اس سے آدمی کافر و مشرک ہو گا' یہی علماء دیوبند کا عقیدہ ہے' جو شخص اس کے خلاف علماء دیوبند کی طرف منسوب کرتا ہے وہ بہتان لگاتا ہے۔ اس کو میدان حشر میں خدائے قہار

کے سامنے جواب دینا ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ا ص ۱۶۲)

البتہ عیسائیوں کی طرح نماز پڑھنے کے حال میں اس طرح کسی کا خیال جمانا کہ یہ عبادت و عظمت اسی مخلوق کے لئے ہو جیسا کہ عیسائی اپنی عبادت میں عیسیٰ علیہ السلام کا تصور کرتے ہیں یہ بے شک غلط ہے اور دراصل ممانعت اسی کی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں وہ عبادت و سجدہ غیر اللہ کے لئے ہو جائے گا۔ جس کی حرمت متفق علیہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں' خود احمد رضا خاں صاحب بھی تحریر فرماتے ہیں۔

"غیر اللہ کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین اور سجدہ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین' اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین' ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول ہے" (الزبدۃ الزکیہ مصنفہ احمد رضا) (مرتب)

صراط مستقیم کی عبارت کی مزید تشریح

از فقیہ النفس حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

"صراط مستقیم" فن تصوف کی کتاب ہے' اس میں تزکیہ اور اصلاح نفس کے طریقے بیان کئے گئے ہیں جس شخص پر خیالات و وساوس کا ہجوم رہتا ہو اور ان کو دور کرنے سے عاجز آجاتا ہے تو صوفیاء کرام اس کے لئے علاج تجویز کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اپنے دل میں کسی ایک چیز کا تصور اس طرح جمالیا جائے کہ دوسری کسی شئی کی گنجائش نہ رہے جیسا قد آدم (کے برابر) آئینہ بازار میں کسی دوکان پر لگا ہوا ہو اس میں ہر گزرنے والے کا عکس آتا ہے' اگر مالکِ آئینہ یہ چاہے کہ مختلف چیزوں کا عکس اس میں نہ آئے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس آئینہ پر ایک موٹا کپڑا ڈال دیا جائے جو اس کو پوری طرح گھیر لے کہ کسی دوسری چیز کی گنجائش اور

جگہ نہ رہے۔اس طرح دل میں جب کسی ایک چیز کا تصور پوری طرح جمالیا جائے گا کہ دوسری چیز کے تصور اور خیال کی جگہ ہی نہ رہے گی تو خیالات و وساوس کا سلسلہ بالکل ختم ہو جائے گا۔(یہ صوفیاء کا تجویز کردہ ایک علاج ہے۔)

اس علاج میں خطرات بھی ہیں کیونکہ جب کسی ایک شئی کا تصور تمام قلب کو گھیر لے گا اور اس کے علاوہ کسی دوسری شئی کی گنجائش ہی نہیں رہے گی تو ہر چیز سے قطع نظر ہو کر ایک ہی چیز سامنے رہے گی اس لئے یہ علاج بھی ہر ایک کے بس کا نہیں۔ اس کو صوفیاء کی اصطلاح میں "صرف ہمت" (اور شغل رابطہ بھی) کہتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ اپنے شیخ طریقت حضرت سید صاحب بریلوی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ (صوفیاء کا تجویز کردہ روحانی) علاج (صرف ہمت) نہیں چاہئے۔ اگر نماز میں "صرف ہمت" حضرت رسول مقبول ﷺ کی طرف کیا تو کسی دوسری چیز کی گنجائش نہیں رہے گی، حتیٰ کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کا دھیان بھی نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ "صرف ہمت" کر رہا ہے۔ اس نے پورے قلب کو گھیر رکھا ہے۔ تو اب نماز میں اياك نعبد و اياك نستعين کہے گا تو یہ بھی حضور ﷺ کے لئے ہو گا۔ رکوع بھی، سجدہ بھی، قیام بھی، قعدہ بھی، سبحان ربی العظیم بھی اور سبحان ربی الاعلی بھی غرض پوری نماز سرکار دو عالم ﷺ کے لئے ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہے گی حالانکہ نماز عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، جب رکوع سجدہ سب ہی حضور ﷺ کے لئے ہو گا اور "صرف ہمت" کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہا تو یہ بندہ مشرک ہو جائے گا۔ عبادت کے واسطے انتہائی درجہ کی محبت اور انتہائی درجہ کی عظمت و جلالت قلب میں ہونا ضروری ہے۔ ذات اقدس ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کو ایسا ہی تعلق ہے

کہ تصور مبارک بہت ہی عظمت و جلالت کے ساتھ قلب میں آتا ہے۔ پھر "صرف ہمت" کی وجہ سے اللہ کی طرف دھیان باقی نہیں رہا تو یہ پوری عبادت ہی حضور اکرم ﷺ کے لئے ہو گی' تو جو نماز موجبِ قرب الٰہی اور معراج المؤمنین تھی اس "صرف ہمت" کی وجہ سے شرک ہو کر موجبِ نار ہو گی۔

اگر اپنے کھیت گھوڑے، گدھے، بیل، گائے کا خیال نماز میں آجائے اور آدمی اس خیال میں غرق بھی ہو جائے تو اس کو ان چیزوں کے ساتھ عظمت و جلالت کا تعلق نہیں ہوتا لہٰذا یہاں احتمال نہیں کہ ان کے خیال کی وجہ سے نماز ان کے لئے ہو جائے کیونکہ انسان خود شرمندہ و نادم ہوتا ہے کہ افسوس نماز جیسی عبادت میں ان حقیر و ذلیل دنیوی چیزوں کا خیال آگیا جس سے میری نماز کی حیثیت ہی جاتی رہی۔

یہ حاصل ہے "صراط مستقیم" کی عبارت کا' یہ مقصد ہر گز نہیں کہ جناب رسالت مآب ﷺ کا خیال مبارک قلب میں آنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔یا یہ خیال مبارک ان حقیر و ذلیل چیزوں کے خیال سے خراب ہے' نعوذ باللّٰہ العظیم' نہ یہ مطلب ہے مولانا شہید کا۔نہ کوئی مسلمان بلکہ شریف غیر مسلم ایسا خیال کر سکتا ہے۔

نماز کو تو سمجھ سمجھ کر پڑھنے کا حکم ہے جب نماز میں پڑھے گا محمد رسو ل اللّٰہ تو خیال مبارک آئے گا۔ وما محمد الا رسول تب خیال مبارک آئے گا۔ غرض بے شمار آیات میں ذکر مبارک ہے۔ایسی ہر آیت میں خیال مبارک آئے گا۔تشہد میں' سلام میں' اس کے بعد درود شریف میں ہر دفعہ خیال مبارک آآکر ایمان تازہ ہوتا رہے گا۔ غرض خیال سے منع نہیں کیا اور نہ اس کو مفسد نماز کہا بلکہ "صرف ہمت" کو منع کیا ہے جس کی تشریح بیان کر دی گئی۔ کچھ

مہربان حضرات کا یہ مستقل شیوہ ہے ان کا مقصد زندگی ہی یہ ہے کہ ان اہل اللہ کے کلام کو لفظاً یا معناً بگاڑ کر عوام کو ان کے خلاف نفرت دلا دلا کر مشتعل کیا جائے۔ حالانکہ حدیث قدسی میں ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی سے عداوت کرتا ہے میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے اللہ پاک ہدایت دے، اور صراط مستقیم پر چلائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱ ص۱۶۵ تا ۱۶۶)

اعتراض نمبر ۲ بلا وجہ کا اعتراض

معترض کی عبارت:- جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔
(تقویۃ الایمان)

جواب: معترض نے صرف یہ عبارت لکھی ہے اس کے بعد کچھ نہیں لکھا جس سے معلوم ہو کہ وہ کیا اعتراض کرنا چاہتے ہیں۔(۱)

تقویۃ الایمان میں "اللہ پاک کی وحدانیت کو بیان کیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہر چیز اس کے اختیار میں ہے۔ کچھ مثالیں بیان کی ہیں کہ مینھ برسانا غلہ اگانا اولاد دینا ان سب کاموں کا جو مختار ہے اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں اور جس کا نام محمد یا علی ہے' وہ کسی چیز کا مختار نہیں اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ بارش کا برسانا زمین سے غلہ پیدا کرنا کسی کو اولاد دینا یہ خدائے پاک کا کام ہے اس میں کوئی شریک نہیں جن کا نام محمد ﷺ ہے وہ پیغمبر ہیں اللہ پاک کے احکام بندوں تک پہنچاتے ہیں خدا نہیں ہیں کہ پانی برسائیں کسی کو اولاد دیں اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور بڑے مرتبہ کے ہیں اللہ کے رسول ﷺ کے محبوب ہیں خدا نہیں ہیں۔

---

(۱) پوری عبارت اس طرح ہے "جو ان کاموں کا (یعنی پانی برسانے 'اولاد دینے کا) مختار ہے اس کا نام اللہ ہے 'محمد یا علی نہیں' اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں' سوا ایسا شخص کہ اس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں عالم کے سب کاروبار ہوں (یعنی پانی برسانا' لڑکا دینا وغیرہ) اس کے اختیار میں ہو ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں بلکہ محض اپنا خیال ہے" (تقویۃ الایمان ص ۳۴ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

اعتراض نمبر ۳

حضور ﷺ کی تعظیم بھائی کے برابر کرنا چاہئے

معترض کی عبارت:- حضور ﷺ کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنا چاہئے کیونکہ آپ بھی انسان ہیں (تقویۃ الایمان)

الجواب

یہ عبارت تقویۃ الایمان میں نہیں ہے۔ تقویۃ الایمان میں ایک حدیث پاک کی شرح ہے حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں۔

عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله ﷺ کان فی نفر من المهاجرین والانصار فجاء بعیر فسجد له فقال اصحابه یا رسول الله یسجد لك البهائم والشجر فنحن احق ان نسجد لك فقال اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم (مشکوٰة شریف عن احمد، ص ۲۸۳)

(ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ مہاجرین اور انصار کے ساتھ ایک جگہ تشریف فرماتھے کہ ایک اونٹ آیا اور حضور ﷺ کے سامنے سجدہ کیا، اس وقت صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ جانور اور درخت آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم آپ کو سجدہ کیوں نہ کریں، ہم زیادہ مستحق ہیں کہ سجدہ کریں۔ آپ نے فرمایا کہ عبادت تو اپنے رب کی کرو اور اپنے بھائی یعنی میری تعظیم کرو۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۴)

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صحابہؓ کرام نے اونٹ کو سجدہ کرتے

ہوئے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سجدہ عبادت ہے' اور عبادت صرف پروردگار کی ہونی چاہئے اور میں تمہارا بھائی ہوں اپنے بھائی کی عزت کرو۔

اس حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے کو فرمایا کہ میں تمہارا بھائی ہوں تو اس فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں خواہ پیغمبر ہوں یا غیر پیغمبر اس طرح سے سب بھائی بھائی ہوئے' حضور ﷺ ہم سب سے بڑے ان کو اللہ پاک نے بڑائی دی ہے۔ اس لئے وہ بڑے بھائی ہوئے ان کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کی جائے۔

ذرا انصاف کیا جائے کہ حضور ﷺ نے اپنے کو بھائی کہا کہ میں تمہارا بھائی ہوں۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ نے بھائی ہونے کا مطلب بیان کیا اس میں کوئی بتائے کہ مولانا نے حضور اکرم ﷺ کی کیا توہین کی۔(۱)

---

(۱) کتنی واضح بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود حدیث پاک میں اپنے کو بھائی فرمایا کہ "تم اپنے بھائی کی عزت کیا کرو" اب عقلاً اس میں تین احتمال ہو سکتے ہیں۔ چھوٹے بھائی' برابر کے اور سب سے بڑے بھائی' مولانا اسماعیل شہیدؒ نے اس کی تشریح فرما دی کہ آپ سب سے بڑے بھائی ہیں اور ہم سب آپ کے چھوٹے ہیں۔ خدارا بتایئے اس میں کون سا مضمون قابل اعتراض ہے' اگر اعتراض کرنے والا اعتراض کرتا ہے تو دراصل مولانا اسماعیل شہیدؒ پر نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر اعتراض کرتا ہے۔

علماءدیوبند کا مسلک

نعوذ باللہ اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ عام بشر کی طرح ہمارے بھائی ہیں لہٰذا آپ کی عظمت عام انسانوں کی طرح کرنی چاہئے۔ حاشاوکلا' محقق تھانویؒ نے واضح طور پر تصریح فرمائی ہے کہ دوسرے بشر پر آپ کو قیاس کر کے آپ کی تنقیص کرنا کفر یا بدعت ہے۔(امدادالفتاویٰ ج۶' ۳۲۷)

دوسرے مقام میں فرماتے ہیں۔

"اگر یوں کہا جائے کہ ہم بھی ویسے ہی بشر ہیں جیسے رسول اللہ ﷺ بشر تھے تو کیا یہ قول مطلقاً غلط ہے؟ ہر گز نہیں کیونکہ نص میں خود اس کی تصدیق موجود ہے قل انماانابشر لیکن اگر اس سے محض نفس بشریت میں اشتراک مراد لیا جائے جب تو کلام صحیح ہے اور من کل الوجوہ مساوات کا دعویٰ کیا جائے تو کفر ہے۔(جمال الجلیل ملحقہ جزاوسزا' ص۷۰)

الغرض علماء دیوبند یہ نہیں کہتے کہ رسول اللہ ﷺ عام انسانوں کے مثل ہمارے بھائی ہیں بلکہ آپ ﷺ پوری امت کے روحانی باپ ہیں۔اور آپ کا روحانی باپ ہونا قرآن سے ثابت ہے اور یہی علماء دیوبند کا مذہب ہے۔

رسول اللہ ﷺ ہمارے روحانی باپ ہیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ "حضور ﷺ ہمارے روحانی باپ ہیں اور اس کی تین دلیلیں ہیں۔اول وجہ عقلی ہے وہ یہ کہ دیکھنا چاہئے کہ باپ بیٹے کے ساتھ کیا کیا کرتا ہے' تو ہم دیکھتے ہیں کہ باپ کا کام یہ ہے کہ محنت ومشقت جھیلتا ہے' اپنے اوپر طرح طرح کے مصائب اٹھاتا ہے جس طرح اس سے ہو سکتا ہے اولاد کو پرورش کیا کرتا ہے' اسی طرح

ہمارے حضور ﷺ ہیں کہ روحانی پرورش فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے اپنی امت کے واسطے باپ کی طرح بلکہ اس سے زیادہ قسم قسم کی تکلیفیں برداشت فرمائیں اور امت کی تربیت میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، پس آپ روحانی باپ ہوئے۔

دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ (پ ۲۱)

(ترجمہ) یعنی نبی مؤمنین کے ساتھ ان کے نفوس سے بھی زیادہ قریب ہیں اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں"۔

جب آپ کی بیویاں ہماری مائیں ہیں حالانکہ وہ مربی امت نہیں ہیں صرف مربی کی بیویاں ہیں تو خود آپ جو کہ مربی ہیں ضرور باپ ہیں۔ اور اس ابوۃ اور امومیت (یعنی اس روحانی ماں باپ کے رشتہ) کو اس درجہ قوت ہے کہ نبی کی بیویوں سے وفات کے بعد نکاح بھی حرام ٹھہرا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (پ ۲۲)

یعنی محمد رسول اللہ ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔

لوگوں کو سن کر حیرت ہوگی کہ اس آیت سے باپ ہونے پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے بلکہ اس سے تو ابوۃ (یعنی باپ ہونے) کی نفی مستنبط ہوتی ہے۔ لیکن تقریر کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ واضح ہو جائے گا کہ اس سے نہایت صاف طور سے حضور ﷺ کی ابوۃ (روحانی باپ ہونا) سمجھی جاتی ہے جس میں کلام ہو رہا ہے۔

اول ایک مقدمہ (یعنی تمہید) عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ نحو کا قاعدہ

ہے کہ لکن کے ماقبل اور مابعد میں تضاد ہوتا ہے۔ اور لکن کا مابعد ایک شبہ کا جواب ہوتا ہے جو لکن کے قبل سے پیدا ہوا ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ زید آگیا لیکن اس کا بھائی نہیں آیا۔ اب اس آیت میں غور فرمایئے کہ لکن کے ماقبل اور مابعد میں تضاد بظاہر سمجھ میں نہیں آتا اس لئے باپ نہ ہونے اور رسول ہونے میں کیا تضاد ہے حالانکہ تضاد ہونا چاہئے۔ تو غور کرنے کے بعد یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب فرمایا ماکان محمد اباا حدمن رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین (پ۲۲)

تو اس سے شبہ ہوا کہ جب حق تعالیٰ نے ابوۃ (یعنی باپ ہونے) کی نفی فرمادی تو حضور ﷺ ہمارے کسی قسم کے باپ نہیں ہوں گے اس لئے آگے لکن سے اس شبہ کو دفع فرماتے ہیں کہ ہاں ایک قسم کے باپ ہیں وہ یہ کہ رسول اللہ ہیں یعنی روحانی باپ ہیں کہ تمہاری روحانی تربیت فرماتے ہیں پس اگر رسول کی دلالت ابوۃ (باپ ہونے) کے معنی پر معتبر نہ کی جائے تو کلام میں ربط نہ ہوگا۔ غرض عقلاً اور نقلاً ثابت ہے کہ حضور ﷺ ہمارے باپ ہیں۔

(وعظ ترغیب الاضحیۃ ملحقہ سنت ابراہیم ص ۱۲۰)

حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ نے جو تحقیق فرمائی ہے، اس کی واضح دلیل یہ بھی ہے کہ آیت مذکورہ النبی اولیٰ بالمومنین الخ میں حضرت ابی بن کعب اور ابن عباس کی قرأت ہی یہ ہے۔

"وازواجه امهاتهم وهواب لهم

یعنی نبی کریم ﷺ کی بیویاں امت کی مائیں ہیں اور آپ ﷺ امت کے باپ ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے وقدروی عن ابی بن کعب وابن عباس

رضی اللّٰہ عنہم انہما قرأالنبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم وھواب لھم (ابن کثیر ' ص ۴۶۸ ' ج ۳)

نیز ابوداؤد شریف کی روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

انماانالکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم (ابوداؤد ،ابن کثیر ' ۴۶۸ ' ج ۳)
یعنی میں تمہارے لئے بمنزلہ باپ کے ہوں تمہاری تعلیم وتربیت کرتا ہوں۔"

مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ

مولانا اسماعیل شہیدؒ نے تقویۃ الایمان میں جو حدیث نقل فرمائی ہے اسی حدیث کو مولانا احمد رضا خانصاحب نے بھی اپنی کتاب "الزبدۃ الذکیۃ لتحریم سجود التحیۃ" کے ص ۱۳ میں نقل فرمایا ہے اور ترجمہ کیا ہے "اللہ کی عبادت کرو اور ہماری تعظیم کرو" حالانکہ معمولی عربی جاننے والا بھی سمجھتا ہے کہ عربی میں اخ کے معنی بھائی کے آتے ہیں۔ جب حضور ﷺ نے "اکرموا اخاکم" فرمایا تو اس کا ترجمہ یہی ہوا کہ "تم اپنے بھائی کی تعظیم کرو" چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی شرح مظاہر حق میں اس حدیث کا ترجمہ لکھا ہے "اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو" (ج ۴ ص ۱۴۵)

اس حدیث پاک میں اخ کا لفظ خود حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے نہ کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ نے۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ نے تو اس کا صحیح صحیح ترجمہ کیا ہے 'اعتراض کرنے والے حضرات دراصل مولانا اسماعیل شہیدؒ پر نہیں حضور ﷺ پر اعتراض کرتے ہیں۔

خود احمد رضا خاں صاحب نے بھی لفظ اخ کا ترجمہ اپنے ترجمہ قرآن پاک میں "بھائی" سے کیا ہے۔

(۱) اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ (طٰہٰ) کا ترجمہ کیا ہے تو اور تیرے بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ۔

(۲) هٰرُوْنَ اَخِیْ اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِیْ (طٰہٰ) میرا بھائی ہارون اس سے میری کمر مضبوط کر۔

(۳) سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ (قصص) قریب ہے کہ ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوت دیں۔

(۴) مَافَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَاَخِیْهِ (یوسف) تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا۔

(۵) اَنَا یُوْسُفُ وَهٰذَااَخِیْ (یوسف) میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔

(۶) وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَا اَخَاهُ هٰرُوْنَ (مریم) اور اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون عطا کیا۔

بنظر انصاف غور فرمایئے کہ عربی زبان میں جب اخ بمعنی بھائی کے آتا ہے چنانچہ احمد رضا خاں نے بھی قرآن پاک میں یہی اس کا ترجمہ کیا ہے۔ پھر حدیث پاک میں جب لفظ اخاکم آیا تو اس کا ترجمہ احمد رضا صاحب نے بھائی سے کیوں نہیں فرمایا۔ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ نے اس کا صحیح ترجمہ فرمایا تو اس میں کون سے اشکال کی بات ہو گئی اور حدیث پاک میں لفظ اخاکم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے نہ کہ مولانا اسماعیلؒ نے مولانا نے تو صرف اس کا ترجمہ اور مطلب بیان فرمایا ہے' اگر واقعی یہ بات قابل اعتراض ہے تو معترضین حضرات کو سوچ سمجھ کر اعتراض کرنا چاہئے ان کا یہ اعتراض مولانا اسماعیل شہیدؒ پر نہیں بلکہ نعوذ باللہ حضور ﷺ پر عائد ہوتا ہے۔

نیز معترضین کو مولوی احمد رضا خاں پر بھی اعتراض کرنا چاہئے کیونکہ نبی کریم ﷺ پر بھائی کا اطلاق خود احمد رضا صاحب نے ابھی اپنے فتاویٰ میں کیا

ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

"خود مصطفیٰ ﷺ نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے دعاء چاہی جب وہ مکہ معظمہ جاتے تھے۔

ارشاد فرمایا لا تنسانا یا اخی فی دعائك اے بھائی اپنی دعاء میں ہمیں نہ بھولنا' رواہ ابو داؤد اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے فرمایا اشرکنا یا اخی فی صالح دعائك و لا تنسانا' بھائی اپنی نیک دعاء میں ہمیں بھی شریک کر لینا بھول نہ جانا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۴۶)

کس قدر حیرت اور اندھیر کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بات از خود فرمائی یعنی اخاکم فرما کر اپنا بھائی فرمایا' مولانا اسماعیل شہیدؒ نے اس کی صحیح صحیح ترجمانی کر دی اور یہ تشریح بھی فرمادی کہ خدانخواستہ بھائی کے لفظ کوئی برابری کا تصور نہ کرنے لگے اس لئے آپ نے یہ تشریح فرمادی کہ آپ بڑے بھائی اور ظاہر ہے کہ یہ اخوت نسبی نہیں بلکہ دینی ہے تو آپ دینی اعتبار سے سب سے بڑے بھائی ہوئے حتیٰ کہ آپ سے بڑا کوئی نہ ہوا۔

مولانا اسماعیل شہیدؒ نے حدیث کی صحیح ترجمانی اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت بیان فرمائی تو آپ توہین رسول کے مجرم ہو گئے اور جن اللہ کے بندوں نے حدیث کے ترجمہ میں خیانت سے کام لیا جو آپ کے سامنے ہے وہ محبت رسول قرار پائے۔ یاللعجب۔

ملا علی قاری کی تحقیق

اس حدیث پاک کے تحت شارح مشکوٰۃ ملا علی قاریؒ (جو بریلوی و دیوبندی دونوں حضرات کے امام ہیں) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔

قال الطیبی رحمہ اللہ قالہ تواضعا وھضما لنفسہ یعنی اکرموا

من هو بشر مثلکم ومفرع من صلب ابیکم آدم واکرموا لما اکرمہ اللّٰہ (مرقاۃ' ج ٦ ص ٢٧٧)

(ترجمہ) "علامہ طیبیؒ نے فرمایا آپ نے یہ بات تواضع اور کسرنفسی میں ارشاد فرمائی کہ اس شخص کا احترام کرو جو تمہاری طرح انسان ہے' اور تمہارے باپ آدم کی اولاد سے ہے' اس کی عزت اس لئے کرو کہ اللہ نے اس کی عزت کی ہے"۔

اسی حدیث کے تحت لمعات شرح مشکوۃ میں ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "قولہ اخاکم" یرید نفسہ الکریمۃ تواضعا وتنبیھا علی انہ بشر مثلھم فی عدم جواز السجدۃ والعبادۃ لہ' (حاشیہ مشکوۃ ج ا ص ٢٨٣)

یعنی "اخاکم" سے آپ نے اپنی ذات شریفہ کو مراد لیا ہے۔ اس میں تواضع اور اس بات کی تنبیہ بھی کی ہے کہ آپ بھی انہیں کی طرح بشر ہیں جس طرح ان کے لئے عبادت و سجدہ جائز نہیں آپ کے لئے بھی جائز نہیں"۔ (لمعات شرح مشکوۃ)

مظاہر حق میں ہے "اور اپنے بھائی یعنی میری تعظیم کرو" کا مطلب یہ ہے کہ میری ذات اور میرے منصب کے تئیں تمہاری عقیدت و محبت کا بس اتنا تقاضا ہونا چاہئے کہ تم اپنے دل میں میری محبت رکھو اور ظاہر و باطن میں میری اطاعت کرو" (مظاہر حق ج ۴ ص ١۴٦)

اس کے بعد مولانا اسماعیل شہیدؒ کی عبارت ملاحظہ فرمایئے' حدیث بالا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء انبیاء سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی' مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی' وہ

بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں، سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے نہ کہ خدا کی سی" (تقویۃ الایمان ص ۵۰ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

بنظر انصاف غور فرمائیں مولانا نے حدیث پاک کا وہی مطلب بیان فرمایا جو ظاہر حدیث سے مستفاد ہوتا ہے جس کو علامہ طیبی، ملا علی قاریؒ نے بیان فرمایا ہے۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ آپ کی توقیر و تعظیم ضروری ہے لیکن خدا کی سی نہیں بلکہ مخلوق جیسی۔ اور مخلوق میں سب سے اشرف و اعلیٰ رتبہ انسان کا ہے لہٰذا انسانوں جیسی تعظیم کرنی چاہئے اور انسانوں میں آپ سب سے بڑے اور افضل ہیں لہٰذا تمام مخلوقات میں سب سے زائد آپ کی تعظیم و توقیر کرنی چاہئے"۔

یہ حاصل ہے مولانا کے فرمان کا بتایئے اس میں کون سی بات قابل اعتراض ہے اور مولانا نے رسول اللہ ﷺ کی کیا توہین کر دی۔

بریلوی علماء کا مسلک

اس کے بعد بریلوی علماء حضرات کا مذہب بھی معلوم کرتے چلئے فرماتے ہیں۔ بشریت اور اخوت کا اطلاق رسول اللہ ﷺ خود تو اپنے اوپر از راہ تواضع کر سکتے ہیں۔ اور آپ کے لئے تو اپنے اوپر بشریت کا اطلاق کرنا جائز ہے لیکن کسی امتی کے لئے ہرگز جائز نہیں، حرام تک لکھا ہے چنانچہ ان کی مشہور کتاب جاء الحق ج ۱ ص ۱۶۶ میں ہے۔

"قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اس آیت میں چند طرح غور کرنا لازم ہے ایک یہ کہ فرمایا گیا ہے قل اے محبوب آپ فرمادو تو یہ کلمہ فرمانے کی صرف

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اجازت ہے کہ آپ بطور انکسار و تواضع فرمادیں' یہ نہیں کہ قولوا انما ھو بشر مثلنا اے لوگو تم کہا کرو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم جیسے بشر ہیں۔ (جاء الحق ج ۱ص ۱۶۶)

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ "ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ انبیاء کرام کو برابری کے القاب سے پکارنا حرام ہے اور لفظ بھائی برابری کا کلمہ ہے بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حرام ہے' (ص ۱۷۳) اور فرماتے ہیں "حضور ﷺ نے اپنے کرم کریمانہ سے بطور تواضع وانکسار فرمایا اخاکم اس فرمانے سے ہم کو بھائی کہنے کی اجازت کیسے ملی؟ (ص ۱۷۱)

الغرض بریلوی مذہب میں حضور ﷺ کے علاوہ کسی بھی امتی کے لئے جائز نہیں کہ آپ ﷺ کے لئے اخوت یا بشریت کا اطلاق کرے۔

یہ بحث تو مستقل ہے کہ قرآن و حدیث کی کس دلیل سے اور کس طرح یہ مسئلہ ثابت ہو گیا' یہاں پر یہ بات قابل غور ہے کہ قل و قولوا میں مصنف بریلوی نے جو نکتہ پیدا کر کے بزعم خود پختہ دلیل قرار دیا ہے تو اس دلیل کا تقاضا تو یہ ہے کہ قرآن کریم میں اور بھی مقامات میں لفظ قل سے خطاب کیا گیا ہے لہٰذا اس کے بعد کا مضمون امت کے لئے کہنے کی اجازت نہیں ہونا چاہئے۔

مثال کے طور پر ارشاد باری تعالیٰ ہے قل ھو اللّٰہ احد اے نبی آپ فرمادیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے تو بریلوی علماء کی دلیل کے مطابق یہاں بھی کسی امتی کو ھو اللّٰہ احد کہ اللہ ایک ہے کہنے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قل فرمایا ہے قولوا نہیں فرمایا۔

اور مثال کے طور پر خاص حضور ﷺ کی شان کے بارے میں فرمایا گیا ہے قُلْ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ (پ ۹) "آپ فرمادیجئے اے لوگو میں اللہ

کا رسول ہوں" بریلوی مسلک کے مذہب کی دلیل کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو تو اپنے آپ کو رسول اللہ کہنے کا حق ہے باقی امتی اگر آپ کو رسول اللہ کہیں تو اس کی اجازت نہیں ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قل فرمایا ہے قولوا نہیں فرمایا' جب ہی تو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قل انما انا بشر فرمایا ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ میں بشر ہوں لہٰذا آپ کو کہنے کا حق ہے امتی کو کہنے کا حق نہیں ہے۔

یہ تو مختصر کلام تھا ان کے اس نظریہ کی دلیل پر کہ امتی کے لئے نبی پر بشریت کا اطلاق کرنا جائز نہیں اس کے بعد صحابہ کرام سے لے کر اخیر تک کے علماء و محدثین کو دیکھتے ہیں کہ سب نے حضور ﷺ پر بشریت کا اطلاق کیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کَانَ بَشَراً مِنَ الْبَشَرِ (آپ ﷺ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ (شرح شمائل ترمذی ص۲۹۶)

بریلوی مسلک کے مطابق نعوذ باللہ حضرت عائشہؓ نے ناجائز اور حرام کام کیا کیونکہ آپ نے حضور ﷺ کو بشر فرما دیا۔

امام ترمذی اور ابو داؤد' امام مسلم' صاحب مشکوٰۃ نے بھی آپ ﷺ پر بشریت کا اطلاق فرمایا ہے اس کا مطلب ان محدثین حضرات نے بھی ناجائز کام کیا۔ ملا علی قاریؒ نے نیز علامہ طیبی نے اس حدیث کے تحت تصریح فرمائی ہے اَکْرِمُوْا مَنْ هُوَ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ اس شخص کا احترام کرو جو تمہاری طرح انسان ہے۔ (مرقاۃ' ج۶ص۲۷۷)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

قوله اخاكم يريد نفسه الكريمة تواضعا وتنبيها على انه بشر مثلهم۔

یعنی اس حدیث میں اس پر تنبیہ ہے کہ آپ بھی انہی کی طرح بشر ہیں۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ج۱ص۲۸۳)

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں۔
"اے برادر محمد ﷺ باں علوم شان بشر بود"
یعنی اے برادر حضرت محمد ﷺ عالی شان ہستی ہونے کے باوجود بشر تھے۔
(مکتوب نمبر ۱۰۳ ص ۱۷۷)
شیخ ابن ہمام مسامرۃ میں فرماتے ہیں۔ ان النبی انسان۔ (مسامرۃ ص ۱۹۸)
قارئین کرام غور فرمائیں ایک طرف حضرت عائشہؓ اور محدثین کی جماعت امام مسلم' ابن ہمام' ملا علی قاری' علامہ طیبی' شیخ عبدالحق محدث دہلوی' مجدد الف ثانی سارے حضرات محمد رسول اللہ ﷺ پر بشریت کا اطلاق فرما رہے ہیں۔ علماء دیوبند مولانا اسماعیل شہیدؒ نے اگر حدیث کی صحیح ترجمانی اور محدثین و ملا علی قاری وغیرہم کی بات کو نقل فرمادیا تو توہین رسول کے مجرم ہوگئے اور بریلوی علماء کے مذہب کی روشنی میں حضرت عائشہؓ' محدثین کی جماعت حضرت ملا علی قاری' ابن ہمام' مجدد الف ثانی کا ناجائز کے مرتکب گردانے جارہے ہیں اس میں کوئی توہین نہیں ہو رہی۔ قارئین کرام خود فیصلہ فرمائیں کہ آیا حضرت عائشہ اور فقہاء محدثین کا مسلک درست ہے یا بریلوی علماء کا۔

انبیاء علیہم السلام کی بشریت کی بابت علماء دیوبند کا نقطہ نظر

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ ارشاد فرماتے ہیں آج کل بعض لوگوں کی جہالت کا یہ حال ہے کہ وہ حضور ﷺ کے متعلق لفظ بشر کو نہیں سن سکتے۔ انہی لوگوں نے حضور ﷺ کو بشریت سے نکالنے کی کوشش کی ہے حالانکہ واقعات اس پر یقینی شاہد ہیں کہ آپ بشر تھے چنانچہ کھانا' پینا اور بول و براز (یعنی پیشاب پاخانہ) سے آپ منزہ نہ تھے' جنگ احد

میں کفار کے ہاتھ سے آپ زخمی ہوئے' یہود نے آپ ﷺ پر سحر (جادو) کیا اور اس کا اثر ہو گیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے آپ نے درخواست کی کہ مجھے اپنی اصلی صورت دکھلاؤ' جب وہ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوئے تو آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے۔ سورۂ نجم میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔ یہ تو دنیا میں ہوا کہ آپ حضرت جبرئیلؑ کی اصلی صورت دیکھ کر بے ہوش ہو گئے مگر معراج میں بے ہوش نہیں ہوئے' کیونکہ اس مکان کی خاصیت سے آپ میں تحمل کی قوت پیدا ہو گئی تھی۔

(الغرض) انبیاء علیہم السلام قوئ بشریہ میں سب سے اکمل ہیں مگر پھر بھی بشر ہیں۔ اور دنیا میں خواص بشریہ کے ضعیف آثار ان میں بکثرت موجود ہوتے ہیں۔ چنانچہ غصہ ان کو آتا ہے' بیماری ان کو ستاتی ہے' گرمی سردی کا ان پر اثر ہوتا ہے۔ (تحصیل المرام ملحقہ سنت ابراہیم ص ۲۸۷'۲۸۸)

حضور ﷺ اللہ کے محبوب بندے ہیں آپؐ کو بندہ ہی سمجھو' خدا نہ بناؤ مگر ایسے بندے ہیں جیسے ایک بزرگ کا مقولہ ہے بشر لا کالبشر بل کالیاقوت بین الحجر۔ یعنی ہیں تو بشر مگر ایسے بشر ہیں جیسے پتھروں میں یاقوت (قیمتی ہیرہ) کہ وہ بھی پتھر ہے مگر سب سے ممتاز (منور اور روشن)

(مواعظ میلاد النبی ص ۵۳ ۱۱۳ المور دو الفرحی)

جو لوگ آپ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں وہ آپ کی توہین کرتے ہیں

جو لوگ آپ (کی تعظیم میں غلو کر کے بشریت کا انکار کر کے) آپ کو خدا کی حد میں داخل کرتے ہیں وہ آپ کی توہین کرتے ہیں کیونکہ خدا ہو کر آپ

ناقص خدا ہوں گے اور بشر ہو کر کامل بشر ہیں۔ اور ناقص ہونے سے کامل ہونا یقیناً اچھا ہے۔ ایک شخص تیس سال کا جوان ہے مگر لنگڑا (لولا) ہے اور ایک بچہ دو سال کا ہے مگر تندرست، صحیح الاعضاء ہے بتلائیے آپ دونوں میں کس کو اچھا کہیں گے، ایک شخص بہت بڑی جمہوری سلطنت کا بادشاہ ہے مگر اختیارات ناقص ہیں ایک شخص چند ضلعوں کا شخصی بادشاہ ہے مگر اختیارات کامل رکھتا ہے ان دونوں میں آپ کسے افضل کہیں گے۔ یقیناً جس کو اختیارات کامل ہیں اسی کو افضل کہا جائے گا۔ معلوم ہو گیا کہ فضیلت کمال ہی میں ہے، نقص میں کوئی فضیلت نہیں۔ پس حضور ﷺ کا بشر ہونا ہی کمال ہے۔ کیونکہ اس صورت میں آپ ﷺ کامل بشر ہیں، خدا ہونا کمال نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کے سامنے آپ کامل خدا تو ہو نہیں سکتے۔ ناقص ہی ہوں گے اور ناقص عیب ہے۔

الغرض جو لوگ حضور ﷺ کی تعظیم میں غلو کر کے آپ کو بشریت سے نکالنا چاہتے ہیں وہ آپ کی توہین کرتے ہیں اور ان واقعات کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔ (تحصیل المراد ملحقہ سنت ابراہیم ص ۳۷۷)

نیز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ایک اور وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ تمام کمالات جتنے بشر کے لئے ممکن ہیں آپ ﷺ میں سب ہی موجود تھے مگر بایں ہمہ بشریت بھی تھی۔ اس اعتقاد کے ساتھ جو شخص آپ ﷺ کی اطاعت کرے وہ بڑا مجاہد ہے کمال تو یہ ہے اور یہی بڑا مجاہدہ ہے کہ رسول کو بشر سمجھ کر پھر آپ ﷺ کی اطاعت و تعظیم کی جائے کیونکہ اس صورت میں ہمارے ہم جنس ہیں اور ہم جنس کی اطاعت بہت دشوار ہے۔ یہی بشریت وہ چیز ہے جو ابو جہل و ابو لہب اور کفار سابقین کو انبیاء کی اطاعت سے روکتی تھی اور وہ کہتے تھے مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (پ ۱۳) "کہ تم تو ہمارے ہی جیسے بشر ہو"۔

پھر ہم تمہاری اطاعت کیوں کریں' اس کے جواب میں انبیاء علیہم السلام نے اپنی بشریت کی نفی نہیں کی بلکہ اس کا اثبات کر کے پھر جواب دیا ہے فرماتے ہیں۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ (پ ۱۳)

"کہ واقعی ہم تمہارے ہی جیسے بشر ہیں لیکن حق تعالیٰ نے ہمارے اوپر ایک احسان کیا ہے کہ ہم کو وحی و نبوت سے سر فراز فرمایا"۔ سو ایک طرف تو یہ جماعت تھی جو بشریت کی وجہ سے انبیاء کی منکر تھی اور دوسری طرف وہ جماعت جو حضور ﷺ کو بشر سمجھتے ہیں اور بشر سمجھ کر آپ کی ایسی اطاعت کرتے ہیں جہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں اپنا خون گراتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کے تلووں سے اپنی آنکھیں ملتے ہیں۔ اپنے ماں باپ اور آبرو کو آپ ﷺ پر فدا کرتے ہیں۔

بہت سے لوگ رسول کو عین حق اسی معنی سمجھ کر جو فلاسفہ کے نزدیک عین کے معنی ہیں (یعنی رسول کو عین حق تعالیٰ کی ذات یا جزء سمجھتے ہیں) چنانچہ کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ احد بصورت احمد ہیں۔ استغفر اللہ۔ یہ لوگ حضور ﷺ کا ادب اور تعظیم اس کو سمجھتے ہیں کہ خدا اور رسول دونوں کو گڈ مڈ کر کے ایک سمجھیں مگر اس طرح حضور ﷺ کی تعظیم کی تو کیا کی اور اس بناء پر اتباع کیا تو کیا کمال کیا۔ اور اس اتباع میں کیا خاک مجاہدہ ہوا۔ اس طرح تو رسول ﷺ کی اطاعت کچھ بھی دشوار نہیں کیونکہ یہ خدا کی اطاعت ہے جب حضور ﷺ اور حق تعالیٰ کو تم نے ایک سمجھ لیا تو یوں کہو کہ تم اللہ کی اطاعت و تعظیم کرتے ہو حضور ﷺ کی کچھ بھی نہیں کرتے۔ کمال تو یہ ہے اور یہی بڑا مجاہدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بشر سمجھ کر پھر آپ کی اطاعت و تعظیم کی جائے۔

(ارضاء الحق ملحقہ تسلیم و رضا ص ۷۰)

اعتراض نمبر ۴

روضۂ اقدس کے لئے سفر کرنا شرک ہے

معترض کی عبارت:- روضۂ مطہرہ کا فقط زیارت کے لئے سفر کرنا شرک ہے
(تقویۃ الایمان ص ۲۸ سطر ۲۴٬۲۳)

الجواب

یہ عبارت بھی تقویۃ الایمان میں نہیں ہے بلکہ اس میں یہ آیت ہے
قال اللّٰه تعالیٰ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالاً وَّعَلیٰ کُلِّ ضَامِرٍ الی قولہٖ تعالیٰ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْق (پ۱۷)

اس آیت کے ترجمہ کے بعد مولانا اسماعیل شہیدؒ فرماتے ہیں "کہ اللہ پاک نے اپنی تعظیم کے لئے بعض بعض مکان ٹھہرائے ہیں جیسے کعبہ٬ عرفات٬ مزدلفہ٬ منیٰ٬ صفا٬ مروہ٬ مقام ابراہیم٬ مسجد حرام اور لوگوں کے دل میں وہاں جانے کا شوق ڈال دیا کہ ہر طرف سے خواہ سوار خواہ پیادہ دور دراز سے قصد کرتے ہیں۔ اور رنج و تکلیف سفر کی اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر پہنچتے ہیں اور اس کے نام پر وہاں جانور ذبح کرتے ہیں۔ اور اپنی منتیں ادا کرتے ہیں۔

اور اس کا طواف کرتے اور اپنے مالک کی تعظیم جو دل میں بھری پڑی ہے وہاں جا کر خوب نکالتے ہیں۔ کوئی چوکھٹ کو چومتا ہے کوئی دروازے کے سامنے دعاء کر رہا ہے۔ کوئی غلاف پکڑے ہوئے التجا کر رہا ہے۔ کوئی اس کے پاس اعتکاف کی نیت سے بیٹھ کر رات و دن اللہ کی یاد میں مشغول ہے۔ کوئی ادب سے کھڑا اس کو دیکھ ہی رہا ہے۔

غرض اس قسم کے کام اللہ کی تعظیم کے کرتے ہیں۔ اور اللہ ان سے راضی ہے اور ان کو دین و دنیا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے سو اس قسم کے کام کسی اور کی تعظیم کے لئے نہ کئے جائیں اور کسی کی قبر پر یا کسی کے تھان پر دور دور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا اور وہاں جا کر جانور چڑھانا' اور منتیں پوری کرنا اور کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا۔ وہاں شکار نہ کرنا درخت نہ کاٹنا' گھاس نہ اکھاڑنا اور اس قسم کے کام کرنا اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدہ کی توقع رکھنا یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔ ان سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ معاملہ خالق ہی سے کرنا چاہئے کسی مخلوق کی یہ شان نہیں کہ اس سے یہ معاملہ کیا جائے"۔

(تقویۃ الایمان ص ۳۳ مطبوعہ دیوبند)

اس پوری عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جو معاملہ اللہ پاک کے ساتھ کرنا چاہئے وہ کسی مخلوق کے ساتھ نہ کیا جائے۔

ناظرین خود فیصلہ کریں کہ اس پوری عبارت میں کیا غلط بات لکھی ہے۔ اور معترض نے جو بات لکھی ہے کہ روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے سفر کرنا شرک ہے۔ وہ تقویۃ الایمان میں کہاں ہے۔

اس سلسلہ میں علماء دیوبند اہلسنت والجماعت کے مسلک و موقف کی مزید تفصیل اگلے صفحات میں آرہی ہے۔

اعتراض نمبر ۵

انبیاء کی تعظیم بشر کی سی کرو

معترض کی عبارت:-انبیاء کی تعظیم بشر کی سی کرو۔(تقویۃ الایمان ص ۴۳ سطر ۲۴)

الجواب

یہ عبارت بھی تقویۃ الایمان میں نہیں ہے۔ رہا تعظیم کا مسئلہ اس کا جواب اس سے پہلے تحریر کیا جاچکا ہے۔(۱)

(۱) عقائد علماء دیوبند میں مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ تحریر فرماتے ہیں
(۱)"ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ ہے کہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ تمام مخلوق سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر ہیں۔ رتبہ میں کوئی شخص آپ کے برابر تو کیا قریب بھی نہیں ہو سکتا' آپ تمام انبیاء و رسل کے سردار اور خاتم ہیں یہی ہمارا عقیدہ اور یہی دین وایمان"۔ (عقائد علماء دیوبند' فتاویٰ خلیلیہ ج ا ص ۳۴۸)
(۲) حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں۔
"ہمارا اور تمام مشائخ کا عقیدہ ہے بے شک سیدنا محمد ﷺ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ افضل ساری مخلوق میں سب سے زیادہ بڑے عالم ہیں"(امداد الفتاویٰ ج ٦ ص ۳۲۷)
(۳) ایک جگہ وعظ کے عام مجمع میں سب کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
"حضور ﷺ سے کوئی شخص افضل تو کیا ہوتا کوئی برابر بھی نہیں ہے' آپ خدا تعالیٰ کے سب سے زیادہ مقبول بندہ ہیں"۔(وعظ قطع التمنی' تسلیم ورضا ص ۲۰۹)
(۴) ایک جگہ اپنی خالص علمی مجلس میں فرماتے ہیں "شرعاً یہ بات ممتنع ہے کہ غیر نبی درجہ میں نبی کے برابر ہو جائے(ملفوظات حکیم الامت ج ۵ ملفوظ ص ۴۱٦)
(۵) حکیم الامت تھانویؒ وعظ الظہور میں فرماتے ہیں۔
"فیوض وعلوم کے جود وعطاء میں آپ ﷺ کا مثل نہ ہوا اور نہ ہوگا' کمالات کے تمام مراتب آپ پر ختم ہو گئے"۔(وعظ الظہور ملحقہ مجمع البحور ص ۱۰٦ دیوبند)

تقویۃ الایمان کی عبارت پر ایک اشکال اور اس کا جواب

از:- حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اسماعیل شہیدؒ کے عنوانات ہی پر بدعتی ان کی تکفیر کرتے ہیں۔ (کیونکہ ان عنوانات سے رسول اللہ کی توہین معلوم ہوتی ہے) فرمایا یہی بات ہے مگر خود وہ عنوانات ہی بے ادبی کے نہیں وہ سمجھ نہیں سکے' اس وجہ سے اعتراض کرتے ہیں۔ دیکھئے ان عنوانات میں (جس میں اہل بدعت اعتراض کرتے ہیں) بڑا محل اعتراض عنوان یہ ہے "کہ اگر خدا چاہے تو محمد جیسے سینکڑوں بناڈالے"۔

جس میں لفظ "بناڈالے" تحقیر کا موہم ہے' اور محاورہ میں یہ صیغہ تحقیر کا ہے اس میں حضور ﷺ کی تحقیر ہے کہ "بناڈالے"۔

اسی عنوان کو ایک مولوی صاحب نے حضرت مولانا محدث احمد علی سہارنپوریؒ کے سامنے پیش کرکے اعتراض کیا تھا کہ حضرت شہیدؒ نے تقویۃ الایمان میں اس عنوان سے عبارت لکھی ہے کہ "اگر خدا چاہے تو محمد ﷺ جیسے سینکڑوں بناڈالے" اس میں تو حضور ﷺ کی تحقیر ہے۔ فرمایا ہاں مگر فعل کی تحقیر ہے مفعول کی نہیں۔ یعنی بناڈالنے کی تحقیر ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان کو بنانا سہل ہے کہنے لگے کہ حضرت یہ تو تاویل ہے محض بات بنائی جاتی ہے۔ یہ حضرات بڑے عالی ظرف ہوتے ہیں یہ سن کر خاموش ہوگئے عجیب اتفاق کہ دو تین ہی روز کے بعد یہ معترض مولوی صاحب مولانا سے عرض کرنے لگے کہ حضرت مشکوٰۃ شریف' ترمذی شریف تو آپ نے چھپوادیں' اب تو بیضاوی شریف چھپواڈالئے' مولانا نے فرمایا کہ مولوی صاحب یہ وہی (لفظ) ڈالنا ہے جس سے مولانا شہیدؒ پر فتویٰ لگایا گیا ہے۔ اب بتلایئے کہ اس سے بیضاوی شریف (جو تفسیر کی عظیم الشان کتاب ہے اس

کی) تحقیر ہوئی اور کلام اللہ اس کا جزء ہے اور کل کی تحقیر مستلزم ہے جزء کی تحقیر کو' اور قرآن پاک کی تحقیر کفر ہے' (تو آپ کفر کے مرتکب ہوئے اور آپ پر بھی کفر کا فتویٰ لگنا چاہئے) اس وقت ان مولوی صاحب کی آنکھیں کھلیں عرض کیا کہ حضرت واقعی اس کا مطلب تو خود میرے بھی ذہن میں یہ تھا کہ "چھپوا ڈالئے" سے ہرگز بیضاوی شریف کی تحقیر مقصود نہیں تھی بلکہ مطلب یہ تھا کہ آپ کے پاس سامان (اور وسائل) موجود ہیں آپ کو چھپوا دینا آسان ہے واقعی آپ کی تحقیق صحیح ہے واقعی میری مراد اس وقت بیضاوی کی تحقیر نہ تھی بلکہ چھاپنے کی سہولت بتلانا تھا۔ اسی طرح مولانا اسماعیل شہیدؒ کی مراد حضور ﷺ کی تحقیر نہیں بلکہ بنانے کی سہولت بتلانا ہے۔ اب ان کی سمجھ میں آیا۔

حضرت اسماعیل شہیدؒ پر یہ ایک بہت بڑا اعتراض تھا' اس کی حقیقت مولانا کے جواب سے واضح ہو گئی۔ ایسے ہی تمام اعتراضات کی حالت ہے مگر یہ جتنے اہل باطل ہیں وہ حسد میں اندھے ہو جاتے ہیں۔

یہ حضرات (ہمارے اکابر) صاحب کمال تھے۔ ہم ایسے نہ ہوئے تو کیا ہے الحمد للہ اللہ نے ہم کو ایسے بزرگ تو دیئے۔ ہم تو اس کا ہی شکر ادا کرتے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ نے ایسے بزرگوں کا تعلق نصیب فرمایا۔

(الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۹۱ ملفوظ' ص ۱۰۱۔ الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۱۹۲)

اس اعتراض کی حقیقت کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ نے حضور ﷺ کو نعوذ باللہ چمار اور ذلیل کا لقب دیا ہے

معترض کی عبارت:۔ دیوبندی وہابی کے نزدیک عین اسلام یہ ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اور ہر چھوٹے کی شرح تقویۃ الایمان ص ۶۸ پر اولیاء وانبیاء

سے تعبیر کی ہے اور وہاں بڑے بھائی کا مرتبہ دیا اور یہاں تمام انبیاء اولیاء کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہہ دیا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ (مقیاس حنفیت ۲۰۵)

الجواب

مولانا اسماعیل شہیدؒ کی اصل عبارت یہ ہے "جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے" (تقویۃ الایمان ص ۱۲)

حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کا ملفوظ

فرمایا بہت سے اعتراضات حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر کر دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً مولانا اسماعیل شہیدؒ پر یہ اعتراض ہے کہ نعوذ باللہ آپ نے حضور ﷺ کو چمار سے زیادہ ذلیل فرمایا ہے۔ حقیقت صرف اس کی اتنی ہے کہ مولانا نے ایک مثال کے ذریعہ شرک کی قباحت و مذمت بیان کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح کسی بادشاہ کا تاج کسی چمار کے سر پر رکھ دیا جائے وہ چمار جس کی بادشاہ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔ بادشاہ کے سامنے گویا وہ بالکل بے بس و عاجز ہے، کسی چمار کے سر پر بادشاہ کا تاج رکھنا جتنا برا ہے اس سے کہیں زیادہ برا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی مخلوق کو شریک کرنا ہے کیونکہ چمار بادشاہ کے مقابلہ میں جتنا عاجز اور بے بس ہے اس سے کہیں زیادہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز و بے بس ہے کیونکہ چمار اور بادشاہ پھر بھی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ تو خالق ہے۔

مجھے کوئی بتلائے اس میں کون سی اشکال کی بات ہے اس پر لوگوں کو اعتراض یہ ہے کہ مخلوق میں حضور ﷺ بھی آگئے لہٰذا آپ کو بھی چمار سے زیادہ ذلیل کہہ دیا۔ پہلی بات تو ذلیل اس معنی میں ہے نہیں جس کو اردو میں ذلت بمعنی رسوائی استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ ذل عربی۔ کالفظ ہے۔(۱) جس کے معنی عاجز و بے بس کے ہوتے ہیں اور اس زمانے میں فارسی کثرت سے مستعمل تھی اردو زبان میں عربی فارسی کے الفاظ کثرت سے استعمال ہوتے تھے ذل اسی عاجز و بے بس کے معنی میں استعمال کیا ہے اس کو رسوائی کے معنی میں مراد لینا صحیح نہیں۔ دوسرے اس میں حضور ﷺ کا نام کہاں ہے بلکہ ایک عام بات کہی ہے واللہ اعلم۔

اسی ضمن میں فرمایا کہ اسی طرح ووجدك ضالا فهدی میں بعض لوگ ضالا کا ترجمہ گمراہ سے کر دیتے ہیں۔ یعنی آپ کو گمراہ پایا سو ہدایت دے دی حالانکہ یہ ترجمہ غلط ہے اردو میں ضال کے معنی گمراہ کے (یعنی سیدھی راہ سے ہٹا ہوا) ہوتے ہیں اور عربی لغت میں اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ کو ناواقف پایا سو آپ کی رہنمائی کی، اسی طرح آیت وَلَاتَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ کے ترجمہ میں بعض لوگوں کو غلط فہمی ہو جاتی ہے اس کا ترجمہ جاہل سے کرتے ہیں۔ اور اردو میں جاہل کا مفہوم دوسرا ہوتا ہے۔ یہاں تو مراد صرف یہ ہے کہ اے نبی آپ نادانوں جیسی بات نہ کیجئے یہ تو پیار کا انداز ہے ۔

(۱) بعینہ یہی لفظ ذل' قرآن مجید میں بھی آیا ہے ذل صیغہ ہے واحد اذلہ اس کی جمع ہے ارشاد خداوندی ہے ولقد نصركم الله ببدر وانتم اذله (آل عمران) خطاب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے ہے آیت کا ترجمہ احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں "اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے" (ص ۶۸) سنجیدگی سے غور کیجئے کہ لفظ ذلیل جس کی جمع اذلہ ہے اس کا ترجمہ احمد رضا خاں صاحب نے "بالکل بے سروسامان" سے کیا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ لفظ ذلیل کا مفہوم بھی یہی ہے جو احمد رضا خاں نے بیان کیا اور اسی مفہوم و معنی کے مطابق مولانا اسماعیل شہیدؒ نے بھی اپنی عبارت میں یہ لفظ استعمال کیا ہے اب بتایئے اس میں کون سے اشکال کی بات ہے۔)

اعتراض نمبر ٦

معترض کی عبارت:- جس نے حضور ﷺ کے روضے کو دیکھا گویا اس نے کسی بت کو دیکھا۔ (کتاب التوحید ص ۱۱۹)

الجواب

کتاب التوحید ہمارے بزرگوں میں سے کسی کی تصنیف نہیں ہے۔ اس کے مصنف سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے نہ اس کے حالات ہم کو صحیح طور پر معلوم ہیں۔ معترض کی عبارت دیکھنے کے لئے اس کتاب کی تلاش ہوئی اس کو دیکھا تو اس میں یہ عبارت نہیں ہے جو معترض نے لکھی ہے۔(۱)

روضۂ اقدس کی زیارت کے متعلق علماء دیوبند کا موقف

(۱) نعوذ باللہ ' علماء دیوبند پر یہ سخت افترا اور بہتان ہے' روضۂ اقدس کی بابت بھلا کوئی مسلمان ایسی بات کہہ سکتا ہے روضۂ اقدس کی زیارت کے سلسلہ میں علماء دیوبند کا عقیدہ و مسلک بہت واضح ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری "عقائد علماء دیوبند" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے بلکہ واجب کے قریب ہے"۔(المھند علی المفند 'عقائد علماء دیوبند ص ۳۰)

(۲) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں "حضور ﷺ کے مزار مبارک پر قصد اً جانے کو ہم مستحب بلکہ مؤکد کہتے ہیں اور ہمارے بعض علماء

کا وجوب تک کا خیال ہے"۔

(الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۲۱۸۔۱) امداد الفتاویٰ ج ٦ ص ۷ ۳۲ سوال نمبر ۵۲۲)

اور بعض اہل علم نے ناجائز ہونے کے دلائل اور حدیثیں ذکر کی ہیں حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے اپنے فتاویٰ میں ان سب کا جواب لکھ کر اس کے جواز کو مدلل طور پر تحریر فرمایا ہے۔ (ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ، ص ۸۱، ج ۵)

ایک وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں

"رسول اللہ ﷺ کی محبت کا ایک حق یہ ہے کہ قبر شریف (یعنی روضۂ اقدس) کی زیارت سے مشرف ہو۔ خصوصاً جو حالت حیات میں زیارت سے مشرف نہیں ہوئے وہ روضۂ اطہر ﷺ سے برکات حاصل کرلیں کہ وہ برکات اگرچہ زیارتِ حیات کے برکات جیسے بالکل نہ ہوں مگر ان کے قریب قریب ضرور ہیں۔

حدیث شریف میں ارشاد موجود ہے من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی(۱)

جس شخص نے میرے مرنے کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

بعض لوگ قبر شریف کی زیارت پر یہ شبہ کرتے ہیں کہ اب تو قبر کی بھی زیارت نہیں ہوتی کیونکہ قبر شریف نظر نہیں آتی اس کے گرد پتھر (اور لوہے) کی دیوار (جالی) قائم ہے۔ جس کا دروازہ بھی نہیں یہ عجیب لغو اشکال ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر زیارتِ قبر کے لئے قبر کا دیکھنا ضروری ہے تو

(۱) وفی روایة من زارقبری وجبت له شفاعتی وفی روایة من زار قبری بعد موتی کان کمن زارنی (طبرانی مجمع الزوائد ٤/٢

حضور ﷺ کی زیارت کے لئے بھی یہ شرط ہوگی کہ حضور ﷺ کو دیکھا جائے حالانکہ بعض صحابہ نابینا تھے 'عبد اللہ ابن ام مکتومؓ صحابی ہیں یا نہیں؟ مستورات کے بارے میں کیا کہو گے۔ جس طرح صحابیاتؓ کے لئے حکمی زیارت کافی مانی گئی ہے اسی طرح زیارتِ قبر شریف میں بھی حکمی زیارت کو کیوں نہ کافی مانا جائے گا۔ یعنی ایسی جگہ پہنچ جانا کہ اگر کوئی حائل (آڑ) نہ ہو تو قبر شریف کو دیکھ لیتے یہ بھی حکماً قبر شریف کی زیارت ہے۔

(شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ ص ۵۴ ملحقہ رحمت دو عالم)

دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

(۳) فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے۔

(سوال) بالقصد رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ پاک کا سفر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) جائز بلکہ مندوب ہے اور بعض علماء نے اسے واجب فرمایا ہے اس سلسلہ میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں۔ الخ

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۱۱۵ قدیم)

(۴) مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے بھی اپنے فتاویٰ میں جواز تحریر فرمایا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۶۶)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کا بیان

ہمارے بزرگوں کا دعویٰ ہے کہ مستقلاً اگر زیارتِ قبور ہی کے لئے سفر

کیا جائے تو جائز ہے۔ یہ کہنا کہ علماء دیوبند قبروں پر جانے سے روکتے ہیں بالکل ایک سفید جھوٹ ہے کوئی اصلیت نہیں' شریعت جب ممانعت کرتی نہیں تو علماء دیوبند کیا چیز ہیں کہ ممانعت کریں وہ تو شریعت کے تابع اور غلام ہیں جو شریعت حکم دے گی کریں گے' جس سے روک دے گی رکیں گے' بہر حال اجازت بھی دیتے ہیں اور ان کا عمل بھی ساتھ ساتھ ہے' یہ سب حضرات گئے ہیں' جاتے ہیں اور جاتے رہیں گے' محض عوام کو اشتعال دلانے کے لئے اس قسم کی افتراء پردازیاں کی جاتی ہیں جیسا موقع ہوتا ہے ویسا ہی جھوٹ بول دیا جاتا ہے تو (اس اعتراض کی) کوئی اصلیت نہیں۔

ہاں ایک ہے قبروں پر جا کر بے ادبی سے پیش آنا اس کو ہم بھی روکتے ہیں اور ساری دنیا روکے گی' قبریں اس لئے ہیں کہ وہ اللہ کے مخلص بندے ہیں ان سے ہم بندگی سیکھیں اور وہی کام کریں جو ان اصحاب قبور نے کیا تھا' حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتیؒ کی قبر مبارک پر اس لئے جاتے ہیں کہ وہ اللہ کے نیک اور مخلص بندے تھے انہوں نے خدا کے ٹوٹے ہوئے بندوں کو اللہ سے جوڑا اور کہا کہ صرف اللہ کے آگے جھکو۔ ہم اس لئے نہیں جاتے کہ خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کو سجدہ کریں' ہم اس کو شرک جانتے ہیں' ہم اس لئے جاتے ہیں کہ برکات حاصل کریں' انبیاء علیہم السلام نے جب اپنے لئے سجدہ جائز نہیں سمجھا تو اولیاء اللہ اس کو کس طرح جائز سمجھ سکتے ہیں کہ ان کو سجدہ کیا جائے۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی

کتاب التوحید "محمد بن عبدالوہاب" کی تصنیف کردہ ہے۔ جن کی طرف نسبت کر کے لوگوں کو وہابی کہا جاتا ہے۔

محمد بن عبد الوہاب کون تھے' ان کے کیا کارنامے ہیں' علماء دیوبند کا ان سے کیا تعلق تھا' اس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے جب محمد بن عبد الوہاب کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فقط یہ جواب تحریر فرمایا۔

"محمد بن عبد الوہاب کے عقائد کا مجھ کو مفصل حال معلوم نہیں"۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۴)

دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

"وہابی اس جماعت کو کہا جاتا ہے جو شیخ ابن عبد الوہاب نجدی کے پیرو اور معتقد ہے نجد کی ایک جماعت ان کے ساتھ منسوب ہے' علماء دیوبند کو نہ ان سے تلمذ (شاگردی) کا رشتہ حاصل ہے نہ عقیدت کا بلکہ بہت سے مسائل میں ان کے خلاف ہیں"۔

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند قدیم ج ۵ ص ۷ ۱۴ سوال نمبر ۱ ۵۰)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری (المھند علی المفند" عقائد علماء اہل سنت دیوبند) میں تحریر فرماتے ہیں۔

"میں کہتا ہوں کہ محمد ابن عبد الوہاب اور اس کے تابع کوئی شخص بھی ہمارے کسی سلسلہ مشائخ میں نہیں' نہ تفسیر و فقہ و حدیث کے علمی سلسلہ میں نہ تصوف میں"۔ (عقائد علماء اہل سنت دیوبند المھند علی المفند مترجم ص ۴۲)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فرمان

فرمایا میں نے ایک صاحب سے کہا تھا کہ تم جو ہمیں وہابی کہتے ہو تو ہم کو

ابن عبدالوہاب سے کیا نسبت ہے؟ کیونکہ نسبت تین قسم کی ہیں اول نسبت تلمذ (یعنی استاد شاگرد کی نسبت (بالواسطہ یا بلاواسطہ) تو وہ ہمارے سلسلہ اساتذہ میں نہیں۔ دوسری نسبت بیعت کی ہے۔ (بالواسطہ یا بلاواسطہ) یہ بھی نہیں۔ تیسری نسبت نسب کی سو وہ ہمارے بڑوں میں نہیں' تو کیا ایسی صورت میں ہم کو اس کی طرف سے نسبت کرنے میں تم سے مواخذہ نہ ہوگا؟ اب تو نسبت کرنے والے یہ معنی لیتے ہیں کہ ہم افعال میں اس کے متبع ہیں مگر یہ بھی تہمت ہے' کیونکہ ہم کو تو محمد بن عبدالوہاب کی تاریخ بھی نہیں معلوم' ہماری مجالس میں اس کا تذکرہ بھی کبھی نہیں آتا نہ بطور مدح نہ بطور قدح (یعنی نہ تعریف کے ساتھ نہ برائی کے ساتھ) اور اصل بات یہ ہے کہ وہابی کے معنی آج کل یہ ہیں کہ جو رسوم مروجہ کے خلاف کرے بس وہی وہابی ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۴۲ حسن العزیز ج ۳ ص ۱۵۳)

معلوم نہیں یہ بدعتی لوگ ہم کو وہابی کیسے کہتے ہیں۔ اول تو وہ بدنام شخص عبدالوہاب نہیں خوامخواہ بیچارے کو بدنام کیا وہ محمد بن عبدالوہاب ہے جس نے تشدد سے کام لیا ہے اور جتنا اس کو بدنام کیا ہے وہ بھی اس درجہ کا نہیں پھر قطع نظر اس سے ہمارے عقائد بھی تو ان جیسے نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ بعض تو ہیں سو بعض تو تمہارے بھی ہیں۔ مثلاً محمد بن عبدالوہاب اسلام کو حق سمجھتا ہے تم بھی حق سمجھتے ہو۔ وہ رسالت کو حق سمجھتا ہے تم بھی حق سمجھتے ہو تو اس سے کیا نقصان ہوا' اور بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ ہم کو ان سے سخت اختلاف بھی تو ہے تو ہم ان کے متبع کیسے ہوئے مثلاً وہ حضور ﷺ کے مزار مبارک پر قصداً جانے کو حرام کہتے ہیں اور ہم مستحب بلکہ مؤکدہ کہتے ہیں۔ اور ہمارے بعض علماء کا وجوب تک کا خیال ہے' تو پھر ہم وہابی کیسے ہوئے۔

اگر محض اس وجہ سے وہابی سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو گالیاں نہیں دیتے تو حضرت رابعہؒ تو شیطان پر بھی لعنت کرنے کو پسند نہ کرتی تھیں' اور یہ گالیاں تبرا تو رافضیوں کا مذہب ہے' اہل سنت والجماعت کو اس سے کیا تعلق۔

(الافاضات الیومیہ ص ۲۱۸ جلد ۸ قسط ا مطبوعہ تھانہ بھون)

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی مختصر تاریخ

دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی اعظم ہند اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ڈیڑھ سو پونے دو سو سال پہلے عرب میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب کی طرف ایک جماعت منسوب تھی' اس کے بعض نظریات ائمہ اربعہ سے الگ تھے' اس جماعت نے اس وقت کی حکومت پر قبضہ کرنا چاہا تھا' حکومت نے مقابلہ کر کے ۱۲۳۳ھ میں اس کو شکست دے کر جماعت کو ختم کر دیا تھا۔ وہ جماعت بہت بدنام ہو چکی' اس کے قریب ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے سلسلہ کے حضرات نے جہاد کا نظم قائم کیا' اور جگہ جگہ دشمن اسلام سے مقابلہ کیا' انگریز نے ان کو بدنام کرنے کے لئے یہ لفظ "وہابی" ان کے واسطے ایجاد کیا۔ اور کہا کہ ان کا تعلق "محمد بن عبدالوہاب" نجدی کی جماعت سے ہے اور بدعتی علماء سے ان کے خلاف فتوے حاصل کئے۔

اب کیفیت یہ ہے کہ جو شخص حضرت نبی اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین پر اس کے حدود کی رعایت رکھتے ہوئے عمل کرتا ہے اور سنت کا اتباع کرتا ہے اور بدعات سے پرہیز کرتا ہے اس کو وہابی کہا جاتا ہے اور بدنام کیا جاتا ہے کہ یہ آقائے نامدار سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین سے محبت نہیں کرتا بلکہ شان اقدس میں گستاخیاں اور بے ادبی کرتا ہے۔

مزید تفصیل

گزشتہ صدی میں عرب میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب نامی نے ایک جماعت بنائی تھی اور دعویٰ کیا تھا کہ ہم سنت کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے ساتھ بہت لوگ ہوگئے تھے مگر اس کے مسائل بہت سے خلاف سنت تھے۔ آہستہ آہستہ لوگوں کو ان مسائل کا علم ہوا۔ مثلاً وہ توسل کے قائل نہیں تھے' زیارت قبور کے لئے سفر کرنے کو ناجائز کہتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

جب لوگوں کو معلوم ہوتا گیا' لوگ اس جماعت سے ہٹتے گئے' پھر معلوم ہوا کہ اس جماعت کا مقصود حکومت پر قبضہ کرنا ہے اور یہ سیاسی جماعت ہے اور احیاء سنت کا نام محض لوگوں کو اپنے ساتھ جمع کرنے کے لئے ہے تو حکومت نے مقابلہ کر کے اس جماعت کو شکست دی' چنانچہ رد المحتار (شامی) کی تیسری جلد میں اس کا تذکرہ موجود ہے' اور یہ جماعت وہابی کہلاتی ہے جو کہ سب عرب میں بدنام ہوئی اور ذلت کی نظروں سے دیکھی جاتی تھی۔

جب اس جماعت کو شکست ہوئی تو اسی وقت ہندوستان میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کی تجویز کے ماتحت جہاد شروع کیا گیا۔ حضرت سید احمدؒ' حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ اسی جہاد میں شہید ہوئے اور ان کی جماعت نے بہت بلند کام کیا' انگریز ان کا مقابلہ کرتے کرتے تھک گئے' بہت سخت سزائیں دیں مگر اس جماعت کو جو کچھ مقبولیت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اس میں کمی نہیں ہوئی' تو اس وقت ہندوستان ہی کے بعض لوگوں سے انگریز نے فتویٰ حاصل کیا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو عرب میں پٹ چکے ہیں اور یہ لوگ وہابی ہیں' اور ان حضرات کی کتابوں میں سے چھانٹ چھانٹ کر ایسے غلط عنوان سے مسلمانوں میں

باتیں پھیلائیں جس کی وجہ سے ان سے نفرت پیدا ہو جائے' اس لئے لفظ وہابی کا لقب ابتداء اس جماعت کے لئے انگریز نے تجویز کیا اور بدعتی علماء نے اس کا پروپیگنڈہ کیا ہے اور آج تک کر رہے ہیں۔ اب جو شخص بھی پابند شریعت متبع سنت دیندار ہے بدعات سے پرہیز کرتا ہے اس کو وہابی کہتے ہیں' اس سے مسلمانوں کو نفرت دلاتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱ص۱۵۹)

حسام الحرمین کی کہانی

علماءدیوبند کو بدنام کرنے کی سازش

ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے منظم سوچی سمجھی اسکیم کے ماتحت علماءدیوبند کو بدنام کرنے اور ان سے عوام کو متنفر کرنے کے لئے ان کی طرف بے بنیاد غلط باتیں منسوب کی جارہی ہیں۔ اور ان کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر ان کے غلط اور مکروہ معنیٰ عوام کو بتلائے جارہے ہیں' جن کی صفائی بار بار کی جاچکی ہے۔

بریلی کے اعلیٰحضرت احمد رضا خاں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جاکر وہاں کے علماء کو بتلایا کہ علماءدیوبند نے اپنی کتابوں میں ایسا ایسا لکھا ہے (جس کو علماء دیوبند نہ زبان پر لاسکتے ہیں نہ قلم سے لکھ سکتے ہیں' نہ ان کے قلب ودماغ میں وہ موجود ہے' نہ ان کا عقیدہ ہے' نہ ان کی مراد ہے) لہٰذا یہ حضرات اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ اس پر علماء حرمین شریفین نے کہا کہ یہ علماء دیوبند کی کتابیں جس زبان میں ہیں یعنی اردو یا فارسی میں ہم اس زبان کو نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے ہم کو کیا خبر ہے کہ ان کتابوں میں کیا لکھا ہے' اعلیٰحضرت بریلوی نے کہا کہ میں ان کا ترجمہ آپ کو عربی میں بتلاتا ہوں پھر جو چاہا ترجمہ عربی میں بتلادیا اور وہاں کے علماء سے اس پر دستخط کرائے' اس کتاب کا نام حسام الحرمین رکھا پھر مدینہ منورہ

سے ان مسائل و عبارات کے متعلق عربی میں سوالات ہندوستان آئے جن کے جوابات یہاں سے عربی میں بھیجے گئے اور بہت سے جن علماء نے اس پر دستخط کر دیئے تھے ان کو بہت صدمہ ہوا کہ افسوس کہ ہم کو دھوکہ دیا گیا انہوں نے رجوع کیا اور اعلان کیا کہ علماء دیوبند کافر نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے سچے مسلمان اور قرآن و حدیث کے سچے متبع اور سلف صالحین کے طریقے پر ہیں۔ اس سوال و جواب کے مجموعہ کا نام "التصدیقات لرفع التلبیسات" ہے اور پھر اس کو خالص اردو میں شائع کر دیا گیا۔ اس کا نام عقائد علماء دیوبند ہے' اس کو منگوا کر ملاحظہ کریں اور انصاف سے دیکھیں کہ جب مصنف خود برأت کر رہے ہیں کہ ہماری یہ مراد نہیں اور ہمارا یہ عقیدہ نہیں تو پھر اس پر زبردستی کفر کا فتویٰ لگانا کون سی دیانت ہے' حسام الحرمین میں جو کچھ کہا گیا اس کے متعلق "الشہاب الثاقب" کا مطالعہ کیا جائے' اس میں تفصیل مذکور ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۱۶۲)

اعتراض نمبر ۷

حضور ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے

معترض کی عبارت:- حضور ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے۔
(تقویۃ الایمان ۴۲)(اشتہار رضا اکیڈمی)

تقویۃ الایمان کی اصل عبارت یہ ہے:

"ابوداؤد نے ذکر کیا ہے کہ قیس بن سعدؓ نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرۃ ہے سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو کہ سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجئے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا میں نے کہ گیا تھا میں حیرۃ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں اپنے راجہ کو سو تم بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو، تو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میرے قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو؟ کہا میں نے نہیں۔ فرمایا تو مت کرو" (مشکوٰۃ شریف)

فائدہ: یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں، سجدہ تو اسی پاک ذات کو ہے کہ نہ مرے کبھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کسی زندہ کو کیجئے نہ کسی مردہ کو نہ کسی قبر کو کیجئے کیونکہ جو زندہ ہے سو ایک دن مرنے والا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۰)

نہایت سنجیدگی سے غور فرمایئے کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ کی مذکورہ عبارت میں کون سی بات خلاف شرع اور قابل اعتراض ہے، رہا مسئلہ انبیاء کی موت وحیات کا سو اس کی تفصیل آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمایئے۔

انبیاء کی موت اور وفات کا مسئلہ اتنا بدیہی اور واضح ہے کہ اس میں کسی

شک وشبہ کی گنجائش نہیں' کیونکہ موت اور وفات یا انتقال کی حقیقت قبض روح ہے' روح قبض ہو جانے ہی کا نام موت ہے اسی کو انتقال و وفات سے بھی تعبیر کرتے ہیں اور قبض روح ہر نبی کے لئے ہوا ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد اللہ نے مجھے بھیجا ہے اگر آپ مجھے روح قبض کرنے کی اجازت دیں تو میں روح قبض کرلوں ورنہ نہیں! آپ ﷺ نے ملک الموت سے فرمایا تم کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کو کر گزرو آپ کی روح قبض کرلی گئی اور آپ وفات پا گئے۔ (مشکوٰۃ ج۲ص۵۴۹ عن جعفر)

قبض روح اور وفات پانے ہی کا نام موت ہے' صحابہ کرامؓ میں کوئی ایک صحابی بھی حضور ﷺ کی وفات اور آپ پر موت طاری ہونے کا منکر نہیں' متعدد صحابہ کرامؓ نے آپ کی شان میں لفظ موت اور مات استعمال کیا ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے زیادہ روشن اور خوشی کا دن وہ دن تھا جب کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ پاک میں تشریف لائے اور سب سے زیادہ رنج و غم اور تاریک دن وہ تھا جس دن آپ ﷺ پر موت طاری ہوئی۔

مارایت یوما کان اقبح ولا اظلم من یوم مات فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم (مشکوٰۃ ج ۲ ص ٥٧٤)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جس مرض میں آپ ﷺ پر موت طاری ہوئی اسی مرض میں آپ باہر تشریف لائے۔

خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه الذی مات فیه (مشکوٰۃ شریف ج۲ص۵۴۸)

آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ معروف و مشہور ہے آپ نے واضح الفاظ میں فرمایا من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات... الخ سن لو جو محمد کی عبادت کرتا تھا تو محمد تو مر چکے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو وہ زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا۔

نبی کی موت کا مسئلہ اتنا بدیہی اور واضح ہے جس میں کسی تذبذب کی گنجائش نہیں خود قرآن نے واضح الفاظ میں اعلان فرمادیا۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ اے محمد بے شک تم کو بھی مرنا ہے اور ان کافروں کو بھی مرنا ہے۔ احمد رضا خاں صاحب اس آیت کا ترجمہ فرماتے ہیں۔

"بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے" اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔

"انبیاء کی موت ایک آن کے لئے ہوتی ہے پھر انہیں حیات عطا فرمائی جاتی ہے۔ اس پر بہت سی شرعی حجتیں قائم ہیں۔

(تفسیر نعیمی ترجمہ احمد رضا' ص ۸ ۵۴ پ ۲۳)

مذکورہ تشریح سے معلوم ہوا کہ موت انبیاء کے قائل بریلوی علماء بھی ہیں البتہ اس موت کے بعد انبیاء کو دوبارہ حیات عطا کی جاتی ہے جس کو حیات برزخی کہتے ہیں اور علماء دیوبند اس کے قائل ہیں۔ اور نہایت مدلل طور پر اس کو بیان فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ میں علماء دیوبند کا مسلک و موقف دلائل کی روشنی میں آگے ملاحظہ فرمایئے۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات برزخی

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ بیان فرماتے ہیں۔

”ظاہری موت کی وجہ سے آپ کو میت کہہ سکتے ہیں ورنہ واقع میں آپ زندہ ہیں۔ اور آپ کی حیات بہت قوی ہے جو کہ دوسروں کو حاصل نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات ایسی قوی ہے کہ ان کی بیویوں سے نکاح کرنا ان کی وفات کے بعد بھی جائز نہیں، جیسے کسی زندہ خاوند کی بیوی سے نکاح جائز نہیں۔ اور میت کی بیویوں سے خاوند کی وفات کے بعد شادی کرنا جائز ہے۔ حتیٰ کہ شہداء جن کی حیات شہید ہو جانے کے بعد اموات مؤمنین سے قوی ہوتی ہے کہ ان کے بدن کو زمین نہیں کھا سکتی مگر ان کی بھی بیویوں سے نکاح جائز ہے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے قوی تر ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے اِنَّ نَبِیَ اللّٰہ حَیٌّ یُرْزَقُ (ابن ماجہ) یعنی انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ (تعظیم الشعائر ملحقہ سنت ابراہیم ص ۲۲۸)

حضور ﷺ کے لئے وفات کے بعد بھی حیات برزخی ثابت ہے اور وہ حیات شہداء کی حیات برزخی سے بھی بڑھ کر ہے اور اتنی قوی ہے کہ حیات ناسوتی کے قریب قریب ہے چنانچہ بہت سے احکام ناسوت کے اس پر متفرع بھی ہیں۔ دیکھئے زندہ مرد کی بیوی سے نکاح جائز نہیں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات سے بھی نکاح جائز نہیں۔ اور زندہ کی میراث تقسیم نہیں ہوتی حضور ﷺ کی میراث بھی تقسیم نہیں ہوئی اور حدیثوں میں صلوٰۃ و سلام کا سماع وارد ہوا ہے۔

(وعظ الظہور۔ ملحقہ مجمع البحور ص ۸۲)

”حضور ﷺ خود یعنی جسد مع تلبس الروح (یعنی اپنے جسم و روح کے ساتھ) قبر مبارک کے اندر تشریف رکھتے ہیں کیونکہ آپ قبر میں زندہ ہیں۔ قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں۔ صحابہؓ کا بھی یہی اعتقاد ہے حدیث میں بھی نص ہے (ان نبی اللہ حی فی قبرہ یرزق) کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف

میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق بھی پہنچتا ہے۔

مگر یاد رہے کہ اس حیات سے ناسوتی حیات (جیسی دنیا میں ہوتی ہے) مراد نہیں ہے (بلکہ) وہ دوسری قسم کی حیات ہے جس کو حیات برزخیہ کہتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ سب سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا ایک اثر تو محسوس ہے اور وہ وہی ہے جو شہید کے لئے ہے کہ ان کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھا سکتی۔ حدیث میں ہے حَرَّمَ اللّٰهُ جَسَدَ الْاَنْبِيَاء عَلَى الْاَرْضِ (اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسم کو زمین پر حرام کردیا ہے) اور دوسرا اثر (حیات انبیاء) کا محسوس تو نہیں مگر منصوص ہے اور وہ حرمت نکاح ازواج انبیاء علیہم السلام ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج سے ان کے وصال کے بعد کسی امتی کو نکاح جائز نہیں۔ نیز انبیاء علیہم السلام کی میراث ورثے میں تقسیم نہیں ہوتی۔ اگرچہ شریعت نے اس کا خاص کوئی راز بیان نہیں کیا۔ مگر علماء محققین یہی کہتے ہیں کہ اس کا راز انبیاء علیہم السلام کی قوت حیات ہے کہ حیات ان دونوں امروں سے مانع ہے۔ (وعظ النحور ملحقہ مجمع البحور ص ۲۲۵، ۲۲۶)

باب۲

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر

اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض نمبر ۱

کتاب تقویۃ الایمان کی بابت اشکال و جواب

معترض کی عبارت:- لکھتے ہیں کہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان ہر گھر میں رکھنا عین اسلام ہے۔ فتاوی رشیدیہ ص ۴۱

الجواب

اگر لکھا ہے تو کیا قصور کیا ہے۔ تقویۃ الایمان پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان سب کا جواب ناظرین کرام نے دیکھ لیا ہے۔ اور اعتراض میں جو عبارت معترض نے لکھی ہے وہ تقویۃ الایمان میں نہیں ملی ان کو بدنام کرنے کے لئے غلط عبارت لکھ کر فریب دیا گیا ہے۔(۱)

---

(۱) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی اصل عبارت یہ ہے

"مولوی محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم متقی بدعت کو اکھاڑنے والے سنت کو جاری کرنے والے تھے کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے

اور شرک و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر ہے۔ اس کے رکھنے کو جو برا کہتا ہے وہ فاسق بدعتی ہے۔

(ص ۱۴۱ فتاویٰ رشیدیہ۔)

(کیونکہ اس میں قرآن وحدیث کے مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ ان مضامین کے رکھنے کو جو کفر کہے اس کا یہی حکم ہے' چونکہ بعض معاندوں نے اس کتاب کے رکھنے کو کفر قرار دیا تھا اس کے جواب میں حضرت گنگوہیؒ نے تحریر فرمایا کہ اس کا رکھنا کفر نہیں بلکہ عین اسلام ہے کیونکہ مضامین قرآنیہ وحدیثیہ پر مشتمل ہے۔)

بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں اگرچہ مسائل میں بظاہر تشدد ہے اور بعض مسائل سے ان کا توبہ کرنا (جیسا کہ مشہور ہے کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ نے اپنی کتاب کے بعض مسائل سے توبہ کرلی تھی) محض اہل بدعت کا افتراء ہے۔ (ص ۴۴)

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ مولانا کے اس فتوے میں کون سی بات اشکال کی ہے۔ تقویۃ الایمان ہی کی تخصیص نہیں جس کتاب میں بھی کتاب سنت' توحید رسالت اور اسلامی عقائد کی باتیں قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح صحیح بیان کی گئی ہوں اس کو ہر گھر میں ہونا ہی چاہئے اس میں اشکال کی کیا بات ہے۔

تقویۃ الایمان کی تعبیرات سخت کیوں ہیں

محقق تھانویؒ فرماتے ہیں

"تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے تو اس زمانہ کی

جہالت کا علاج تھا۔ جس طرح قرآن مجید میں عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ ماننے والوں کے مقابلہ میں قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ بْنَ مَرْيَمَ الخ فرمایا ہے، لیکن مطلب ان الفاظ کا برا نہیں ہے جو غور سے یا سمجھانے سے سمجھ میں آسکتا ہے لیکن اب جو بعضوں کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں۔ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۸۵)

اعتراض نمبر ۲

رحمۃ للعالمین کی بابت اشکال وجواب

معترض کی عبارت:- رحمۃ للعالمین صفتِ خاص رسول اللہ ﷺ نہیں ہے یعنی حضور ﷺ کے علاوہ اور بھی کسی کو لکھا جاسکتا ہے۔

الجواب:-

مولانا رشید احمد صاحب کی عبارت اس طرح ہے۔

رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء، انبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمتِ عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ سب سے اعلیٰ ہیں۔

لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بولا جائے تو جائز ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۷)

یہ عبارت کتنی واضح ہے۔ فرماتے ہیں کہ عالم کے لئے رحمت ہونے میں سب سے اعلیٰ وافضل حضور اکرم ﷺ ہیں اسی لئے سب سے زیادہ حق حضور ﷺ کا ہے کہ ان کو رحمۃ للعالمین کہا جائے۔ لیکن اگر کچھ تاویل کرلی جائے اور رحمت عالم کا یہ مطلب لیا جائے کہ جس سے عالم کو فائدہ پہنچے اور ان سے نفع ہو تو اس معنی کے اعتبار سے دوسرے انبیاء اور اولیاء کو بھی رحمتِ عالم کہا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے ذریعہ بھی مخلوق کو فائدہ پہنچتا ہے اور آخرت میں پہنچے گا۔ وہاں انبیاء، اولیاء، صلحاء، علماء سفارش کریں گے۔(۱)

(۱) معلوم نہیں اس میں اشکال کس وجہ سے ہوا جو حضرات بزرگان دین اور

اولیاء کو نہیں مانتے' یا ان کو موجب رحمت نہیں سمجھتے ان کو تو واقعی اشکال ہو سکتا ہے لیکن جن کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کی طرح اولیاء اللہ بھی اللہ کے محبوب بندے اور باعث رحمت ہوتے ہیں ان کو تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اولیاء اللہ کے وجود سے بہت سے عذاب رکے رہتے ہیں۔ ان کا نفس وجود خیر و برکت ورحمت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب تک اس روئے زمین میں اللہ کا ایک بندہ اللہ اللہ کرنے والا ہوگا قیامت نہ آئے گی۔

لاتقوم الساعة على احد يقول الله الله (رواہ مسلم' مشکوۃ ج ۲ ص ۴۸۰)

شراح حدیث اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں ومن هذا يعرف ان بقاء العالم ببركة عباد الصالحين۔ (حاشیہ مشکوۃ)

"یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کا بقاء اللہ کے نیک بندوں کی برکت سے ہے"

اس سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کا وجود بے شک سارے عالم کے لئے رحمت ہے یہ تو حدیث کا مضمون ہے اس میں اشکال کی کوئی بات نہیں۔

البتہ اگر یہ کہا جائے کہ عرف شرع میں "رحمۃ للعالمین" کا اطلاق صرف رسول اللہ ﷺ کے لئے کیا گیا ہے لہٰذا ادب کا تقاضا یہی ہے کہ حضور ﷺ کے سوا کسی دوسرے پر اس کا اطلاق نہ کیا جائے۔ تو بے شک یہ بجا ہے لیکن اس کے باوجود لغوی معنی کا لحاظ کرتے ہوئے تاویل کے ساتھ اہل اللہ پر بھی اگر اس کا اطلاق کر دیا جائے تو اس کو ناجائز نہ کہا جائے گا کیونکہ عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں اور جواز کی دلیل بتاویل موجود ہے۔ اور حضرت گنگوہیؒ نے بتاویل جائز فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں "اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بولا جائے تو جائز ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

رسول اللہ ﷺ کے لئے رحمۃ للعالمین ہونے کی تحقیق

از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

قرآن شریف میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

"کہ ہم نے آپ کو تمام جہاں والوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے"

وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ میں رحمت عامہ مراد ہے اور رحمت عامہ کفار کو بھی شامل ہے۔ دیکھئے عالمین میں کوئی تخصیص انسان یا غیر انسان یا مسلمان یا غیر مسلمان کی نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا وجود ہر شیٔ کے لئے باعث رحمت ہے خواہ وہ جنس بشر سے ہو یا جنس غیر بشر سے اور خواہ حضور سے زمانہ متاخر ہو یا متقدم ' (یعنی آپ اگلوں پچھلوں سب کے لئے رحمت ہیں)

(السرور ص ۱۱۸)

(۱) چنانچہ حضور ﷺ کی عام رحمت ایک تو یہ ہے کہ تمام عالم کا وجود آپ کی برکت سے ہوا کہ آپ کے نور کی شعاعوں کی برکت سے تمام عالم کا مادہ بنا۔

(شکر النعمۃ۔ رحمت دو عالم ﷺ ص ۱۴۲)

(۲) دوسری رحمت عامہ یہ ہے کہ یوم میثاق میں تمام جہاں کو توحید کی تعلیم فرمائی۔ اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ جس وقت حق تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پشت آدم علیہ السلام سے ظاہر فرما کر یہ ارشاد فرمایا الست بربکم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب کے سب حضور ﷺ کے چہرۂ مبارک کی طرف تکنے لگے کہ آپ کیا جواب دیتے ہیں تو سب سے پہلے حضور ﷺ نے فرمایا بلیٰ (ہاں بے شک آپ ہمارے رب ہیں) حضور ﷺ کے بعد سب نے بلیٰ کہا۔

(۳) ایک رحمۃ عامہ حضور ﷺ کی یہ ہے کہ اس امت کے اوپر سے وہ سخت سخت عذاب ٹل گئے جو پہلی امتوں پر آئے تھے کہ بعض قومیں سور اور بندر بنا دی

گئیں، کسی کا تختہ الٹ گیا، کسی پر آسمان سے پتھر برسے یہ حضور ﷺ ہی کی برکت ہے کہ اس امت کے کفار پر ایسے عذاب نہیں آتے، اور اس رحمت کو عام اس لئے کہا گیا کہ کفار کو بھی شامل ہے جو کہ امت اجابت میں داخل ہیں۔

(۴) ایک رحمت عامہ یہ ہے کہ آپ کی امت میں سے جو کوئی ایک نیک کام کرے اس کا ثواب کم از کم دس گنا ضرور ملے گا۔ اور اگر زیادہ خلوص ہو تو سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے، اس کا عام ہونا اس اعتبار سے ہے کہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ کافر جب مسلمان ہو جاتا ہے اس کی گزشتہ نیکیاں بھی اس کو ملتی ہیں تو ان نیکیوں میں یہ مضاعف ہو گا (یعنی ثواب کی زیادتی ہو گی) تو اس طرح یہ رحمت بھی کفار کو شامل ہے۔

(۵) اور ایک رحمت عامہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس امت کے اوپر وہ سخت سخت احکام نازل نہیں فرمائے جو پہلی امتوں پر تھے مثلاً بعض گناہوں سے توبہ کا طریقہ یہ تھا کہ مجرم اپنی جان دے دے اس کے بغیر توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ناپاکی کپڑے میں لگ جائے تو کپڑا کاٹ دینے کا حکم تھا۔ اس شریعت میں احکام نہ بہت سخت ہیں کہ عمل ہی دشوار ہو اور نہ ایسے آسان کہ کچھ کرنا ہی نہ پڑے۔ (وعظ شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ ملحقہ رحمت دو عالم ص ۱۴۲ مطبوعہ ممبئی)

اہل اللہ کے تمام عالم والوں کے لئے رحمت ہونے کا ایک مطلب

دنیا داروں کی ہمدردی تو محض قومی ہمدردی ہوتی ہے اور اہل اللہ کی ہمدردی عام ہمدردی ہوتی ہے کہ وہ ہر شخص سے وہی برتاؤ اور شفقت کرتے ہیں جو اپنوں سے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو جانوروں تک سے ہمدردی ہوتی ہے ان کی وہ شان ہوتی ہے جس کو فرمایا وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ کہ ان کی ذات بابرکات تمام جہاں کے لئے رحمت خداوندی ہوتی ہے۔

(فضائل العلم والخشیۃ ملحقہ رحمت دو عالم ص ۲۹۱)

اعتراض نمبر ۳

صحابہ کی تکفیر کرنے والا جماعت سنت سے خارج نہ ہو گا

معترض کی عبارت:- وہ شخص جو صحابہؓ کرام کو کافر قرار دے ملعون ہے۔ ایسے آدمی کو مسجد کا امام بنانا حرام ہے۔ لیکن وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب جماعت سنت سے خارج نہ ہو گا۔(۱) (ص ۱۰ فتاویٰ رشیدیہ)

الجواب

معترض کی عبارت فتاویٰ رشیدیہ میں نہیں ملی جس صفحہ کا حوالہ دیا ہے اس میں یہ عبارت نہیں بلکہ ان سے ایک سوال کیا گیا تھا اس کے جواب میں ایک عبارت ہے۔ جس میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ جو معترض نے لکھے ہیں۔

ہم سوال وجواب کی پوری عبارت نقل کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ سے ایک صاحب نے سوال کیا' سوال کی عبارت یہ ہے۔

سوال: جو شخص حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل شہیدؒ کو کافر اور مردود کہتا ہے تو وہ شخص خود کافر ہے یا فاسق۔ اگر وہ کافر ہے تو اس کے ساتھ کفاروں کا سا

---

(۱) فتاویٰ رشیدیہ میں یہ عبارت ہرگز نہیں' صحابہؓ کی تکفیر تو دور کی بات ہے حضرت گنگوہیؒ نے تو اپنے فتاویٰ میں صحابہؓ کی ادنیٰ بے ادبی کو بھی جائز قرار نہیں دیا۔ ایسے شخص کو فاسق قرار دیا ہے' جس کی امامت بھی صحیح نہیں اور اگر اس قائل کا کفر ثابت ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"جو شخص صحابہؓ کی بے ادبی کرے وہ فاسق ہے (فتاویٰ رشیدیہ)

فاسق کو امام بنانا حرام ہے اور اس کے پیچھے اگر کوئی نماز پڑھے تو بکراہت تحریمی ادا ہو جاتی ہے اور اگر اس کا ثبوت کفر ہو جائے تو ہرگز نماز نہیں ہوتی" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۹۲).

معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں، موافق اس فتوئی جو مولوی عبدالرب صاحب دہلویؒ کا ہے اور اس پر چند علماء کی مہریں ہیں یہ کہ جو کوئی مولوی محمد اسماعیلؒ ولی کامل کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے اور مصداق حدیث من عاد لی ولیا فقد بازرلی بالمحاربة "فقط اکبر علی خاں"۔

اسی طرح اور بہت سے علماء دہلی کی مہریں ہیں، تو موافق اس فتوئی کے اس کے ساتھ کفاروں سا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(مرسل عزیزالدین مراد آبادی)

اس میں یہ دریافت کیا گیا ہے کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ کو جو لوگ کافر کہتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں علماء دہلی کا فتوی ہے کہ مولانا محمد اسماعیل ولی کامل تھے، ان کو کافر کہنے والے کافر ہیں۔ سائل نے مولانا مولوی رشید احمد صاحب سے سوال کیا کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب کو جو لوگ کافر کہتے ہیں ان کے بارے میں دہلی کے علماء کا یہ فتوئی ہم نے دیکھا ہے کہ ایسے لوگ کافر ہیں۔ تو ہم بھی ان کو کافر سمجھیں اور ان کے ساتھ کافروں جیسا معاملہ کریں یا نہیں۔ مولانا رشید احمد صاحب نے جواب دیا۔ ان کا جواب سنئے۔

جواب: مولانا محمد اسماعیل کو جو لوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ تاویل ان کی غلط ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کو کافر کہنا اور معاملہ کفار سانہ کرنا چاہئے۔ جیسا کہ روافض اور خوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے۔ حالانکہ شیخین و صحابہ کو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کافر کہتے ہیں۔

پس جب بسبب تاویل باطل ان کے کفر سے ائمہ نے تحاشی کی تو مولوی محمد اسماعیل کو (کافر کہنے والوں کو) بہ طریق اولیٰ کافر نہ کہنا چاہئے۔(۱)(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۰)

(۱) بتایئے اس میں وہ عبارت کہاں ہے جو معترض نے لکھی ہے نیز مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی اپنی کتاب تمہید ایمان میں تحریر فرماتے ہیں کہ "امام الطائفہ اسماعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہماری نبی ﷺ نے ہے

اہل لاالہ اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے“(تمہید ایمان ‘ص ۴۳)

(۱) حضرت گنگوہی نے اپنے کسی فتویٰ میں کسی صحابیؓ کو کافر اور ملعون قرار نہیں دیا اور نہ ہی کسی صحابیؓ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی امامت کو درست قرار دیا ہے۔ البتہ بریلویوں کے پیشوا احمد رضا خاں صاحب نے یقیناً بالضرور پورے وثوق کے ساتھ ایک ایسے صحابیؓ کو کافر ‘شیطان ‘سور کا بچہ فرمایا ہے جو نہ صرف صحابی بلکہ مدینہ کے باشندے اور علماء میں سے تھے‘ فرماتے ہیں ”عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا.... (الملفوظ ج ۲ ص ۱۴۲ مطبوعہ کلیمی کانپور)

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۳ ص ۴۷۱ اور تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۲۳ میں لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن قاری صحابی تھے‘ مدینہ پاک کے علماء میں سے تھے ‘حضرت عمرؓ نے بیت المال پر ان کو مامور فرمایا تھا۔

عبد الرحمن بن عبد القاری ولد علی عهد رسول الله ﷺ قال الواقدی هو صحابی وذکره فی کتاب الطبقات فی جملة من ولد علی عهد رسول الله ﷺ و قال کان مع عبد الله بن الارقم علی بیت المال فی خلافة عمر بن الخطاب اخرجه ابو عمر'

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة' ج ۳ ص ٤٧١)

عبد الرحمن بن عبد القاری بتشدید الیاء یقال له صحبة وذکره العجلی فی ثقات التابعین (تقریب التهذیب' ص ٣١٥)

کتنی جسارت کی بات ہے کہ ایسے مقدس صحابی تک کو کافر کہہ ڈالا نعوذ باللہ من ذالک۔

بریلوی حضرات اب اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ اللہ و رسول پر ایمان رکھنے والے حضرات بنظر انصاف اس کا فیصلہ فرمائیں کہ از روئے شرع ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہونا چاہئے۔ آیا یہ گناہ کبیرہ ہے یا نہیں؟ اور اس کبیرہ کے سبب یہ شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہو لیا نہیں؟

اعتراض نمبر ۴

حضرت گنگوہی کی عبارت پر اشکال

معترض کی عبارت:۔ سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور میں بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میری اتباع پر (تذکرۃ الرشید جلد دوم ص ۱۷)

دعویٰ جو صرف اور صرف حضور اکرم ﷺ کرتے رہے ہیں لیکن رشید احمد گنگوہی اپنے متعلق کر رہے ہیں۔ یہ فیصلہ پڑھنے والے حضرات خود ہی فرمادیں۔

الجواب:۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ نجات حضور اکرم ﷺ کے طریقے پر عمل کرنے میں ہے علماء ربانیین حضور اکرم ﷺ کے نائب ہیں وہ خود بھی حضور ﷺ کے طریقے پر عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو یہی راستہ بتاتے ہیں۔ مولانا رشید احمدؒ جو متبع سنت عالم ربانی تھے وہ لوگوں کو حضور اکرم ﷺ کا طریقہ بتاتے تھے۔ اسی طریقے کے اتباع کی لوگوں کو دعوت دیتے تھے اس لئے ان کا طریقہ وہی تھا جس پر نجات موقوف ہے۔

اس قسم کی عبارت تو مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی لکھی ہے۔ چنانچہ اپنے وصایا شریف میں لکھا ہے کہ "میرا دین و مذہب جو میری کتابوں سے ثابت ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا تمام فرائض سے اہم فرض ہے۔ ص ۲۸)

معترض صاحب اس میں غور کریں اور اعتراض کرنا چاہیں تو بہت سخت قسم کا اعتراض کر سکتے ہیں کہ کیا مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دین و مذہب علیحدہ ہے جو قرآن و حدیث کے علاوہ ان کی کتابوں سے ثابت ہے اور اس پر عمل کرنا حضور اکرم ﷺ کے ارشادات پر عمل کرنے سے زیادہ اہم ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی اور احمد رضا خاں کی وصیت کا فرق

بے شک قابل اعتراض بات اس وقت ہوتی جب کہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے ہٹ کر کوئی بات فرماتے، حضرت گنگوہیؒ خود بھی حضور ﷺ کے طریقے پر قائم تھے اور اسی طریقہ کی بابت فرماتے ہیں کہ اس کا اتباع ضروری ہے اور ہدایت و نجات اسی پر موقوف ہے، کوئی بتائے اس میں اشکال کی کون سی بات ہے اللہ تعالیٰ کا خود فرمان ہے وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ (لقمٰن پ ۲۱) "جو میری طرف رجوع ہو اس کی اتباع کرو" مفسرین نے اس کے تحت لکھا ہے کہ اس شخص کی اتباع کرو جو شرک سے پوری طرح بیزار ہو، اسلام کی طرف راجع ہو اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کئے ہوئے ہو ایسے شخص کی اتباع کرو۔

واتبع سبیل من اناب الی۔ یقول واسلک طریق من اناب من شرکه ورجع الی الاسلام واتبع محمداً ﷺ (تفسیر طبری ج ۱۰ ص ٤٥)

غور فرمایئے قرآن میں جس بات کا حکم دیا گیا ہے، مفسرین نے جس کی تصریح فرمائی ہے اسی کے مطابق حضرت گنگوہیؒ اطلاع فرما رہے ہیں اس میں کیا اشکال کی بات ہوئی۔

بے شک قابل اعتراض بات اس وقت ہوتی جب کہ حضرت گنگوہیؒ یا

کوئی بھی شخص حضور ﷺ کے طریقہ کے علاوہ کسی دوسرے طریقہ کی اتباع کا حکم کرے۔ لیکن جب ہم غور کرتے ہیں تو حضرت گنگوہیؒ کی کوئی عبارت ایسی نہیں ملتی جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ حضور ﷺ کے طریقہ کے علاوہ خود ساختہ طریقہ کی اتباع کا حکم فرماتے ہوں۔

اس کے برخلاف مولوی احمد رضا خاں صاحب کے وصیت نامہ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں۔ اس میں ضرور ایسی وصیت ملتی ہے جس میں احمد رضا صاحب نے حضور ﷺ کے طریقہ کے علاوہ خود ساختہ مذہب کی اطاعت کو ضروری قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

''رضا حسین، حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو، اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے''۔ (ایمان افروز وصایا ص ۲۸)

ذرا غور فرمایئے اس وصیت میں احمد رضا صاحب نے اولاً تو اتباع شریعت یعنی حضور ﷺ کے دین کے لئے حتی الامکان (یعنی جتنا ہو سکے) اتباع کا حکم فرمایا ہے اور اس کے بعد اپنے خود ساختہ دین و مذہب جو ان کی کتب سے ظاہر ہے اس کی اتباع کو ہر فرض سے اہم فرض قرار دے رہے ہیں۔ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت محمدیہ کے علاوہ دوسرے مذہب کی بابت فرما رہے ہیں کہ اس پر مضبوطی سے قائم رہنا۔ (اور ان کا دین و مذہب جو ان کی کتب سے ظاہر ہے اس کی تفصیل آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ اللہ کی قدرت کا انکار انبیاء کی توہین اور صحابہؓ کی تکفیر اور غیر اللہ سے استغاثہ و استعانت، نیز جملہ تنظیموں، جماعتوں کی تکفیر موجود ہے سوائے اس جماعت کے جو ان کے ہم خیال ہو۔)

حضرت گنگوہیؒ کی عبارت پر اعتراض کرنے والے حضرات احمد رضا

خاں کی اس وصیت نیز مندرجہ ذیل وصیت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

"ان پر ان کی (یعنی ننھے میاں پر حامد رضا کی) اطاعت و محبت واجب ہے"(ص ۲۸)

غور فرمایئے اطاعت و محبت اللہ اور اس کے رسول کی واجب ہے یا حامد رضا کی؟ حضرت گنگوہیؒ پر اعتراض کرنے والے حضرات احمد رضا خاں کی اس وصیت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر بندے کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت ہو یعنی بندہ اللہ اور اس کے نبی کی اطاعت کراتا ہے تو بے شک یہ اطاعت بھی واجب ہو گی اور اس کو راہِ ہدایت بھی کہا جائے گا۔ کیونکہ اصلاً یہ بندہ کی اطاعت نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت ہے۔

اعتراض نمبر ۵

محرم میں ذکر شہادت، سبیل لگانا، شربت پلانا درست نہیں

معترض کی عبارت:- محرم میں حسینؓ کی شہادت کا ذکر کرنا، سبیل لگانا اور چندہ سبیل، شربت میں دینا یا دودھ پلانا یہ سب درست نہیں اور تشبۂ روافض کی وجہ سے حرام ہے۔ اس کی جگہ ہندو جو پیاؤ لگاتے ہیں اس کا پانی پینا جائز ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۹)

جواب:- فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت جو ایک سوال کے جواب میں ہے وہ مع سوال و جواب درج کی جاتی ہے۔

سوال:- محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا مع اشعار بروایتِ صحیحہ اور بعض ضعیفہ بھی و نیز سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں۔ مولانا رشید احمد صاحب نے اس سوال میں جو تحریر فرمایا ہے آپ اس کو دیکھئے۔

جواب:- محرم میں ذکر شہادت حسینؓ کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا یا چندہ سبیل و شربت میں دینا یا دودھ پلانا، نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴۷ دیوبند)

معترض نے آخر میں جو عبارت لکھی ہے کہ "اس جگہ ہندو جو پیاؤ لگاتے ہیں اس کا پانی پینا جائز ہے" یہ مولانا رشید احمد صاحب کی عبارت نہیں ہے، یہ عبارت معترض نے اپنی طرف سے لکھ کر مولانا رشید احمد صاحب کی عبارت میں ملا کر لوگوں کو فریب دیا ہے۔ (۱)

---

(۱) معترض صاحب نے ص ۱۳۹ سے یہ عبارت نقل کی ہے پاکستانی نسخہ میں بے شک اسی صفحہ میں یہ عبارت موجود ہے اور ہندی نسخہ میں ص ۱۳۷ میں (باقی اگلے صفحہ پر)

مولانا رشید احمد صاحب کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ کام روافض کرتے ہیں جو گمراہ فرقہ ہے اس لئے مسلمانوں کو ان چیزوں سے بچنا چاہئے۔ اس سے زیادہ سخت تو مولانا احمد رضا خاں صاحب اور ان کے ماننے والوں نے لکھا ہے۔(۱)

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) یہ سوال وجواب موجود ہے لیکن کسی بھی نسخہ میں اخیر کی عبارت موجود نہیں ہے۔ معترض صاحب کا یہ کھلا ہوا افتراء اور صریح بہتان ہے۔

احمد رضا خاں اور بریلوی علماء کی تصریحات

(۱) مولوی احمد رضا خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت وناجائز اور حرام ہے"

(رسالہ تعزیہ داری باسم تاریخی اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہند وبیان الشہادۃ ۱۳۱۲ھ ص ۲ ص ۳ ص ۴)

بریلویوں کی مستند کتاب عرفان شریعت میں ہے۔

مسئلہ ۶۷۔ تعزیہ بنانا سنت ہے جس کا عقیدہ ہو یا قرآن شریف کی کسی آیت یا حدیث سے سند پکڑے ایسا شخص علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک خارج از اسلام تو نہ سمجھا جائے گا۔ اس پر کفر کا اطلاق جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کیسے شروع ہوا، اگر سامنے آجائے تو بہ نظر تحقیر یا تعظیم دیکھنا چاہئے یا نہیں؟

(الجواب) وہ جاہل' خطاوار مجرم ہے مگر کافر نہ کہیں گے' تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض اور روگردانی کریں اس کی جانب دیکھنا ہی نہ چاہئے' اس کی ابتداء سنا جاتا ہے امیر تیمور بادشاہ دہلی کے وقت سے ہوئی۔ واللہ اعلم۔

(عرفان شریعت حصہ اول ص ۱۵)

"ماہ محرم الحرام میں تعزیہ اور علم رکھنا اور ڈھول تاشہ بجانا جائز نہیں ہے اور تعزیہ رکھنے کے موقع پر چراغاں کرنا فضول خرچی میں داخل ہے جس کی ممانعت شریعت میں ہے تعزیہ پر ملیدہ وغیرہ چڑھانا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ ملیدہ تعزیہ کا ہے تضیع مال کے علاوہ عقیدہ اہل سنت کے بالکل خلاف ہے بلکہ اس میں مشابہت مشرکین کے عقیدے سے پائی جاتی ہے۔ اس عقیدہ کو دل سے نکال ڈالنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

(فتاویٰ قادریہ ص ۷۱ تا ۷۲ مطبوعہ نامی نخاس لکھنؤ)

فتویٰ میں خط کشیدہ عبارت قابل غور ہے۔

مشابہت مشرکین سے ہو یا رافضیوں سے دونوں ہی ممنوع ہیں۔ اسی مشابہت روافض ہی کی وجہ سے تو حضرت گنگوہیؒ نے ناجائز قرار دیا ہے۔

معترضین حضرات کے نزدیک کیا روافض (شیعہ) سے مشابہت جائز ہے؟

بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں۔

بہت سے لوگوں کے کرتے (قمیص) کی آستین کہنی کے اوپر ہوتی ہیں یہ بھی خلاف سنت ہے اور دونوں کپڑے نصاریٰ کی تقلید میں پہنے جاتے ہیں' اس چیز نے اس کی قباحت میں اور اضافہ کر دیا' اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی آنکھیں کھولے کہ وہ کفار کی تقلید اور ان کی وضع قطع سے بچیں۔

(بہار شریعت حصہ شانزدھم ص ۴۷)

غور فرمایئے کہ نصاریٰ و مشرکین کی تقلید اور ان کے ساتھ تو مشابہت ناجائز حرام ہو' اور رافضیوں کے ساتھ تشبہ جائز ہو؟

تشبہ کا مسئلہ تو ایسا بدیہی ہے کہ حضرت گنگوہی کی طرح احمد رضا

صاحب نے بھی رافضیوں کے شعار کی وجہ سے خاص کپڑوں کے پہننے کو منع قرار دیا ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

"محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے' خصوصاً سیاہ کہ شعار رافضیان لئام ہے۔ (احکام شریعت حصہ اول نوری کتب خانہ لاہور ص ۱۱۷)

اور لیجئے حقیقت کہاں تک چھپائیں گے احمد رضا خاں صاحب بھی بالآخر لکھ کر چلے ہی گئے حضرت گنگوہیؒ پر اعتراض کرنے والے حضرات احمد رضا خاں کی مندرجہ ذیل عبارت کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت گنگوہی پر کیا اعتراض ہے؟ احمد رضا صاحب نے بھی عشرہ محرم میں شربت پینے اور پانی کی سبیل لگانے کو اپنے فتاویٰ میں بدعت تحریر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"كما يفعله بعض الجهلة فى عشرة المحرم بسبيل الماء او الشربة لمن مع الضريح المختلق بدعة محدثة يسمو نها تعزية فلا يجوز شربه

(ترجمہ) یعنی جیسا کہ بعض جہلاء عشرہ محرم میں راہ گیروں کے لئے یعنی تعزیہ داروں کے لئے شربت یا پانی کی سبیل کردیتے ہیں بدعت و من گھڑت ہے' نام رکھتے ہیں اس کا تعزیہ پس اس کا پینا جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱ تقطیع کلاں ص ۴۲۰)

اعتراض نمبر ٦

منی آرڈر کے ذریعہ روپیہ بھیجنا جائز ہے

معترض کی عبارت:- منی آرڈر کے ذریعہ روپیہ بھیجنا نادرست اور سود میں داخل ہے۔

جواب: مولانا رشید احمد صاحب سے کسی نے سوال کیا تھا کہ جس کی عبارت یہ ہے سائل نے سوال لکھا۔ منی آرڈر کرنا اور محصول منی آرڈر کا دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اس کا جواب مولانا نے دیا ہے۔

جواب: بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل رباء ہے اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔ (ص ۴۳۱)

یہ فقہ کا مسئلہ ہے مولانا کے نزدیک اس میں سود ہو جاتا ہے اس لئے ناجائز ہے۔ جن کی تحقیق یہ ہے کہ سود نہیں ان کے نزدیک ناجائز نہیں۔ اس میں اعتراض کی کیا بات ہے جس کی جو تحقیق ہو اس پر عمل کرے۔ (۱)

---

(۱) یہ خالص علمی و فقہی دقیق مسئلہ ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ہم نے اپنی رقم جب سرکاری عملہ (ڈاک خانہ) یا کسی بھی شخص کو دی اور یہ کہا کہ فلاں تک اس رقم کو پہنچادو' اس کے عوض اس کی فیس (مزدوری) بھی دے دی اب سوال یہ ہے کہ یہ معاملہ کی کون سی قسم ہے خالص تبرع تو ہے نہیں کیونکہ فیس بھی دینی پڑتی ہے' اس کو اجارہ (یعنی مزدوری دے کر کسی سے کام لینا) یہ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ اجارہ کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ شی جس کو پہنچانے کی ذمہ داری دی گئی ہے اگر گم ہو جائے تو اس کا ضمان لازم نہیں ہوتا' اور یہاں ضمان لیا جاسکتا ہے یعنی

اگر روپے ڈاک خانہ سے گم ہو جائیں تب بھی ڈاک خانہ والوں کو پہنچانا ضروری ہے نیز اجارہ اس وجہ سے بھی نہیں کہہ سکتے کہ اجارہ کا قاعدہ ہے کہ پہلے کام بعد میں اجرت اور یہاں پہلے ہی اجرت دینی پڑتی ہے' نیز عقد اجارہ اس وجہ سے بھی نہیں کہہ سکتے کہ اجارہ میں اجیر (کام کرنے والا) امین ہوتا ہے' اس پر بعینہ امانت کا پہنچانا ضروری ہوتا ہے اور یہاں بعینہ رقم نہیں پہنچتی بلکہ بدل جاتی ہے الغرض منی آرڈر کے ذریعہ رقم بھیجنے کو عقد اجارہ میں داخل نہیں کر سکتے' دوسری شکل یہ کہ اس کو قرض کہا جائے کیونکہ قرض میں بعینہ نہیں بلکہ اس کے مثل کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے لیکن اگر قرض کہا جائے تو اس میں یہ خرابی لازم آتی ہے کہ قرض دے کر کسی نوع کا نفع حاصل کرنا جائز نہیں اور یہاں قرض دینے والے کو یہ نفع ہوتا ہے کہ اس کا یہ کام کر دے گا یعنی اس کی رقم وہاں تک پہنچا دے گا۔ نیز قرض میں وہ فیس بھی شامل ہو گی جو لی گئی ہے حالانکہ وہ فیس واپس نہیں دی جاتی گویا رقم دی گئی زیادہ اور واپس ملی کم نیز کتاب الحوالۃ میں فقہاء نے سفتجہ کو ناجائز قرار دیا ہے جس کا حاصل یہی ہے کہ کسی کو قرض اس نیت سے دینا تاکہ پیسہ ضائع ہونے سے بچ جائے اور راستہ کے خطرات سے محفوظ ہو کر دوسرے کو پہنچا دیا جائے۔ السفتجه وهی اقراض لسقوط خطر الطریق' وفی الفتاویٰ الصغریٰ وغیرها ان کان السفتج مشروطا فی القرض فهوحرام بهٰذا الشرط فاسد والا جاز' صورة الشرط کما فی الواقعات رجل اقرض رجلا مالا علی ان یکتب له بها الی بلد کذا فانه یجوز وان اقرضه بلا شرط جاز: (شامی کتاب الحوالہ ج ۴ ص ۳۲۱)

اس عبارت میں صاف تصریح موجود ہے کہ کسی نے اس شرط کے ساتھ قرض دیا کہ فلاں شہر میں اس کو دے دینا اس کی لکھا پڑھی بھی ہو گئی تو قطعی ناجائز ہے یہ ہے مسئلہ کی حقیقت اور یہ وجہ اور دلیل ہے جس کی بنا پر

حضرت گنگوہیؒ نے منی آرڈر کے ذریعہ روپیہ بھیجنے کو منع کیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ منی آرڈر کے ذریعہ اگر رقم بھیجی جائے تو یا تو یہ عقد اجارہ ہو گا یا قرض، اجارہ کہہ نہیں سکتے کیونکہ اس کی حقیقت اور شرائط نہیں پائے جاتے' اور قرض کہنے میں بھی خرابی لازم آتی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

معترض صاحب ہی بتلائیں کہ یہ تحقیق و تفصیل جس کو فقہاء نے ذکر کیا ہے صحیح ہے یا نہیں اور ان کے نزدیک اس کا کیا حل ہے؟

البتہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ صاحب نے اپنی خداداد شان فقاہت سے اس کا حل نکال کر جواز کی صورت امت کے سامنے پیش کر کے مسئلہ کو آسان کر دیا چنانچہ فرماتے ہیں۔ "منی آرڈر مرکب ہے دو معاملوں سے ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے' دوسرے اجارہ جو فارم کے لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس کے دی جاتی ہے اور دونوں معاملے جائز ہیں پس دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہے اور چونکہ اس میں ابتلاء عام ہے اس لئے یہ تاویل کر کے جواز کا فتویٰ مناسب ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۴۶ سوال نمبر ۱۹۲)

اور اب علماء دیوبند کا بھی فتویٰ یہی ہے جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ ڈاک خانہ کے واسطہ سے بذریعہ منی آرڈر روپئے بھیجنا اور منگوانا بلا کراہت جائز ہے اور اغلب یہ ہے کہ حضرت مولانا رشید احمدؒ کی بھی آخری رائے یہی جواز کی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل سوال جواب سے معلوم ہوتا ہے۔

(سوال) اگر مقروض روپیہ منی آرڈر کر کے مستقرض کے پاس بھیجے تو خرچہ منی آرڈر کس کے ذمہ ہو گا؟

(جواب) جس نے قرض طلب کیا اگر اس نے منی آرڈر کر کے روانہ کرنے کی اجازت دی ہے تو خرچ منی آرڈر وہ دیوے گا ورنہ مرسل پر ہووے گا کہ اس نے خود تبرع کیا ہے۔ فقط (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۵۷ مطبوعہ سہارنپور)

اعتراض نمبر ۷

معترض کی عبارت:- عیدین میں گلے ملنا بدعت ہے (فتاویٰ رشیدیہ)
جواب:- مولانا رشید احمد صاحب سے سوال کیا گیا تھا اس کی عبارت یہ ہے۔
سوال:- عیدین میں معانقہ کرنا اور بغل گیر ہونا کیسا ہے؟ مولانا رشید احمد صاحب نے اس کا جواب دیا ہے اس کی عبارت یہ ہے۔
جواب: عیدین میں معانقہ کرنا بدعت ہے۔ (ص ۱۴۰)

ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔ معانقہ اور مصافحہ بوجہ تخصیص کے کہ اسی روز میں ان کو موجب سرور اور باعث مودت اور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہیں بدعت ہے اور مکروہ تحریمی ہے اور علی الاطلاق ہر روز مصافحہ کرنا سنت ہے ایسا ہی بشرائط خود یوم العید کے ہے اور علی ہذہ معانقہ جیسا بشرائط خود دیگر ایام میں ہے ویسا ہی یوم عید کے ہے کوئی تخصیص اپنی رائے سے کرنا بدعت ضالہ ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۲)

جواب کا حاصل یہ ہے کہ مصافحہ اور معانقہ تو سنت ہے جو ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت کیا جاتا ہے لیکن عید کے دن خصوصیت کے ساتھ یہ سمجھ کر کرنا کہ یہ سنت ہے یہ منع ہے حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے شریعت گھر کی چیز نہیں کہ جس طرح چاہیں عمل کریں۔ جو کام حضور ﷺ سے ثابت ہے وہ شریعت ہے ہم جو کر رہے ہیں اس کو شریعت سمجھنا یہ کب صحیح ہو سکتا ہے۔

معترض صاحب احادیث سے ثابت کریں کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں عید کے دن عید کی نماز کے بعد صحابہؓ مصافحہ کیا کرتے تھے۔ (۱)

---

(۱) علامہ شامی نے اپنی کتاب ردالمحتار میں تحریر فرمایا ہے۔

ﷺ ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلوٰةلکل حال ' لان الصحابة ما صافحوا بعد اداء الصلوٰة ولانها من سنن الروافض' ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مکروهة لا اصل لها فی الشرع' وانه ینبه فاعلها اولا ویعذر ثانیاً ثم قال وقال ابن الحاج من المالکیة فی المدخل انها من البدع وموضوع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاخیه لا فی ادبار الصلوٰة فحیث وضعها الشرع یضعها فینهی عن ذلك ویزجر فاعله لما اتیٰ به من خلاف السنة۔ (رد المحتار ج ٥ ص ٢٤٤)

علامہ شامیؒ کی تصریح کے مطابق مصافحہ کے لئے شریعت نے ابتداء ملاقات تجویز کیا ہے' کسی نماز کے بعد اس وقت کا تجویز کرنا شریعت سے ثابت نہیں۔ تبیین المحارم میں ملتقط سے نقل کیا ہے کہ نماز کے بعد مصافحہ رافضیوں کا طریقہ ہے' بدعت مکروہہ ہے شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں' ایسا کرنے والے کو اولاً تنبیہ کی جائے گی نہ مانے گا تو تعزیر کی جائے گی کیونکہ خلاف سنت ہے' حنفیہ' مالکیہ' شافعیہ وغیرہ سب سے علامہ شامی نے یہ تحقیق نقل فرمائی ہے۔

علامہ شامی کی اس تحقیق کے بعد حضرت گنگوہی کے فتویٰ کو ملاحظہ فرمایئے آخر اس میں کون سے اعتراض کی بات ہے' معترضین دراصل اعتراض حضرت گنگوہی پر نہیں بلکہ علامہ شامیؒ' نیز مسلک حنفی اور شافعیہ' مالکیہ سب پر اعتراض کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

وہابیوں کا خدا جھوٹ بولتا ہے

اعتراض:- بریلوی مسلک کے علماء نے بکثرت رسائل واشتہارات میں اس کا پروپیگنڈہ کیا ہے کہ وہابیوں کا خدا جھوٹ بولتا ہے۔ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فتویٰ شائع کیا ہے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے۔

(حسام الحرمین ص ۱۰۲ نعوذ باللہ من ذلک)

جواب:- علماء دیوبند پر یہ صریح بہتان وافتراء ہے ان کی کوئی ایک تحریر بھی ایسی نہیں پیش کی جاسکتی جس میں یہ بات کہی گئی ہو کہ خدا جھوٹ بولتا ہے یہ تو محض افتراء اور بہتان ہے' اس سلسلہ میں علماء دیوبند (مولانا رشید احمدؒ) کا واضح فتویٰ درج ذیل ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فتویٰ

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ذات باری تعالیٰ عزاسمہ موصوف بصفت الکذب ہے یا نہیں' اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟ بینوا و توجروا۔

الجواب:- ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ متصف بصفت الکذب کیا جائے' معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب (جھوٹ) کا نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ و من اصدق من اللہ قیلا۔

جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے وہ ہرگز مؤمن نہیں ہے وہ قطعاً کافر ہے' ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث اور اجماع امت کا ہے' وہ ہرگز مؤمن نہیں۔ تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیراً

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۰ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

باب ۳

مولانا اشرف علیؒ کی عبارات پر اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض نمبر ۱

تیجہ چالیسواں وغیرہ افعال ناجائز ہیں

معترض کی عبارت:- مردے کا تیجہ کرنا' دسواں بیسوان کرنا اور چالیسواں کرنا عرس میں جانا' بزرگوں کی منت ماننا' گیارہویں شریف وغیرہ کرنا متعارف طریقہ پر رواج کے مطابق میلاد شریف کرنا' تبرکات کی زیارت کے لئے عرس کا انتظام کرنا شب برأت کا حلوہ پکانا اور رمضان شریف کے ختم کے موقع پر شیرینی بانٹنا یہ سب ناجائز اور حرام ہے۔(۱)

جواب:- مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ان تمام چیزوں کو بدعت اس لئے کہا ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہؓ نے ان چیزوں کو نہیں کیا ہے۔ معترض صاحب احادیث سے ثابت کردیں کہ حضور ﷺ اور صحابہؓ نے یہ کام کئے ہیں۔ محض لوگوں کے کرنے کی وجہ سے کوئی ناجائز چیز جائز نہیں ہو جاتی۔

(۱) قصد السبیل ص ۴۴ سے یہ عبارت ماخوذ ہے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے عنوان قائم کیا ہے۔ مرید ہو کر یہ کام چھوڑنا پڑیں گے۔ اس کے

تحت بہت سے افعال جن کو لوگ رسمی طور پر ناجائز طریقہ سے کرتے ہیں ذکر فرماتے ہیں' ان سب کے وجوہات اور شرعی دلائل حضرت اقدسؒ نے اصلاح الرسوم میں تحریر فرمائے ہیں۔

معترض کی عبارت:- "رمضان شریف کے موقع پر شیرینی بانٹنا یہ سب ناجائز ہے بدعت ہے اور حرام ہے" قصد السبیل میں یہ عبارت ہرگز موجود نہیں' معترض کا یہ کھلا ہوا افتراء اور کذب بیانی ہے۔ البتہ رمضان شریف کے ختم کے موقع پر شیرینی ضروری سمجھنے اور ضرور بانٹنے کو منع کیا ہے۔ کتنے اندھیر کی بات ہے کہ معترض نے "ضرور کرکے بانٹنا" یہ جملہ حذف کرکے مطلقاً بانٹنے کا اعتراض جڑدیا۔ حالانکہ خود حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اپنے مواعظ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "ختم کے روز شیرینی تقسیم کرنے میں فی نفسہٖ کچھ حرج نہیں امر مباح (یعنی جائز) ہے البتہ اس کی ہیئت (یعنی مروجہ طریقہ کہ اس کو ضروری سمجھا جانے لگا ہے نیز بالجبر چندہ کرکے شیرینی تقسیم ہوتی ہے اس طریقہ سے تقسیم کرنے) میں حرج ہے" اور فرماتے ہیں کہ "شیرینی تقسیم کرنے میں بھی کچھ حرج نہ تھا۔ بلکہ اس مروجہ طریقہ میں حرج ہے بلکہ اس ہیئت کے ساتھ بھی منکرات و مفاسد دور ہوجائیں تب بھی میں اجازت دے دوں گا۔" (وعظ تطہیر رمضان' ص ۳۶۰)

اور ان منکرات و مفاسد کی تفصیل اصلاح الرسوم' ص ۱۵۰ میں مرقوم ہے۔ تحفہ حفاظ' ص ۸۴

قارئین کرام بنظر انصاف غور فرمائیں یہ دروغ گوئی' افتراء پردازی' بہتان تراشی کس شریعت میں جائز ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے اس ذہنیت کا کہ ان حضرات کا مقصد ہی صرف یہ ہے کہ ادھر ادھر کی عبارتوں کو تلاش کرکے اعتراض کرکے عوام کو بدگمان کیا جائے۔ فالی اللہ المشتکی۔

اعتراض نمبر ۲

جیسا علم غیب حضور ﷺ کو ہے ایسا علم غیب تو جانور نیز بچے اور پاگل کو بھی ہے

معترض کی عبارت:- جیسا علم غیب حضور ﷺ کو ہے ایسا علم غیب تو ہر جانور نیز بچے اور پاگل کو حاصل ہے۔ اس میں سرکار کی کیا تخصیص ہے۔

(حفظ الایمان)

نوٹ:- اس کے کہنے والے پر علماء حجاز و حرمین شریفین کے اپنے وقت کے علماء نے کفر کے فتوے لگائے ہیں وہ حسام الحرمین کے دیکھنے سے ظاہر ہے۔

جواب:- یہ عبارت حفظ الایمان میں نہیں ہے۔ حفظ الایمان کی عبارت یہ ہے۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس علم غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید، عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان ص ۱۸)

ناظرین کرام:- اصل عبارت کو ملاحظہ فرمادیں۔ اس میں معترض صاحب نے یہ "الفاظ" جیسا علم غیب حضور ﷺ کو ہے، یہ اپنی طرف سے لکھ کر مولانا اشرف علی صاحب ؒ کی عبارت میں جوڑ دیا ہے اور اپنے مطلب کے مطابق عبارت بنالی ہے اور اعتراض کر دیا ہے۔

مولانا اشرف علی صاحبؒ کی عبارت کا مطلب بالکل صاف ہے۔اس میں حضور ﷺ کی توہین نہیں "نعوذ باللہ" کوئی مسلمان اپنے پیغمبر کی توہین نہیں کر سکتا، کوئی بدنام ہی کرنا چاہے تو اس کا کوئی علاج نہیں اس کا فیصلہ قیامت میں ہو گا۔

اس قسم کے اعتراضات کے جوابات "فیصلہ کن مناظرہ" میں ناظرین دیکھ لیں۔اس کا آسان جواب یہاں بھی تحریر کیا جارہا ہے۔

مولانا اشرف علی صاحبؒ سے سوال کیا گیا تھا کہ حضور ﷺ کو عالم الغیب کہا جائے یا نہیں مولانا کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اللہ پاک نے اتنے علوم فرمائے ہیں کہ کسی کو اتنے علوم عطا نہیں کئے گئے لیکن عالم الغیب صرف خدا کی ذات ہے اس لئے حضور ﷺ کو عالم الغیب نہ کہا جائے گا۔ اس کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو عالم الغیب اگر اس وجہ سے کہا جائے کہ غیب کے تمام علوم آپ کو عطا کر دئے گئے ہیں تو یہ واقعہ کے خلاف ہے۔بہت سی ایسی باتیں ہیں جو حضور ﷺ کو نہیں بتائی گئیں اور نہ بتانے میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ اور اگر اس وجہ سے عالم الغیب کہا جائے کہ بعض باتیں معلوم ہیں خواہ بعض باتیں اتنی ہوں جتنی کسی کو نہیں معلوم تو بعض باتیں معلوم ہونے میں حضور ﷺ کی تخصیص باقی نہیں رہتی کیونکہ بعض باتیں تو کچھ نہ کچھ بچوں کو اور جانوروں تک کو معلوم ہوتی ہیں جن کو عقل نہیں ہے۔ان تک کو معلوم ہو جاتی ہیں تو کیا ان سب کو عالم الغیب کہا جائے گا۔سائل کو سمجھانے کے لئے یہ مثالیں دی ہیں نعوذ باللہ کہیں بھی یہ نہیں لکھا ہے کہ جیسا علم غیب حضور اکرم ﷺ کو ہے ایسا علم غیب تو زید، عمرو، بکر بلکہ ہر صبی و مجنون کو ہے یہ عبارت معترض نے اپنی طرف سے لکھی ہے۔

آسان جواب

(۱)از حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاب مہتمم دارالعلوم دیوبند

سوال:- علماء دیوبند سرکار دوعالم جناب رسول اللہ ﷺ کو بچوں، دیوانوں اور جانوروں کے مشابہ کہتے ہیں؟ اور العیاذ باللہ ،العیاذ باللہ ،العیاذ باللہ اور معاذ اللہ شیطان کے علوم کو آپ کے علوم سے زیادہ بتاتے ہیں

جواب:- یہ بھی بالکل افتراء اور بالکل کذب ہے۔یہ دعویٰ اصل میں وہی لوگ کرتے ہیں جو علماء دیوبند کو الزام دے رہے ہیں اور یہ قصہ یہاں سے چلا ہے کہ بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ نبی کریم ﷺ کو وہ سارا علم حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے علم غیب کلی اور جزئی کا وہ علم ہے جو حق تعالیٰ کو ہے۔

خود حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا اور میرے ساتھ ساری مخلوق کا علم ملا کر اللہ کے علم کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک بے پید سمندر پر ایک چڑیا آئے اور اس میں چونچ لگائے۔اس کی چونچ کو جو تری لگ جاتی ہے تو اس تری کو سمندر سے کوئی نسبت نہیں۔ساری مخلوقات کا علم مل کر اللہ کے علم سے وہ نسبت رکھتا ہے جو چڑیا کی چونچ کی تری کو سمندر سے ہے۔تو حضور علیہ السلام تو یہ فرمائیں اور ہم دعویٰ یہ کریں کہ جتنا اللہ تعالیٰ کو علم ہے وہ سب آپ کو ہے۔عقلاً بھی خلاف ہے۔حق تعالیٰ کی ذات بھی لامحدود، صفات بھی لامحدود، صفات کاملہ میں سے علم بھی ہے تو علم بھی اس کا لامحدود،اس کی کوئی حد و نہایت نہیں، بندہ خود محدود، عمر محدود، ذات محدود، صفات محدود اور قوتیں محدود تو لامحدود چیز محدود چیز میں کس طرح سما سکتی ہے۔

تو شرعاً میں نے حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک پیش کیا اور عقلاً بھی یہ محال ہے تو عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔

علماء دیوبند کا عقیدہ

علماء دیوبند کا یہ دعویٰ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جو حق تعالیٰ نے علم دیا ہے ساری کائنات میں سے وہ علم کسی کو نہیں دیا۔ نہ اتنا زیادہ کسی کو ہے۔ آپ اعلم الخلائق ہیں۔ تمام ملائکہ کو بھی وہ علم نہیں ہے جو آپ کو ہے۔ تو کائنات میں سب سے زیادہ علم والی ذات جناب نبی کریم ﷺ کی ہے یہ دعویٰ ہے کہ ایک تو اعلم الخلائق ہونا ہے کہ ساری مخلوق سے زیادہ آپ عالم ہیں اور ایک اللہ کے برابر ہونا ہے۔ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں۔

مخلوق، خالق کی کسی صفت میں اللہ کے برابر ہو جائے۔ یہ عقلاً بھی محال ہے اور نقلاً بھی اور ایک یہ کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ افضل ہونا تو وہ ذات ہے جناب نبی کریم ﷺ کی۔ غرض مسئلہ یہاں سے چلا کہ بعض لوگوں نے دعویٰ کیا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب کلی حاصل ہے۔

علماء بریلی کے دعویٰ کا تجزیہ

اس کے بارے میں بعض بزرگان دیوبند نے لکھا ہے کہ آپ جو کہتے ہیں کہ "علم کلی" حاصل ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

اگر علم کلی کا یہ مطلب ہے کہ ساری کی ساری جزئیات اور کلیات حاصل ہیں۔ یہ عقلاً بھی اور نقلاً بھی غلط۔ خود حدیث کے بھی خلاف، قرآن کریم کے بھی خلاف اور اگر یوں کہتے ہیں اور آپ کا مطلب یہ ہے کہ کلی میں سے بعض علم حضور ﷺ کو حاصل ہے۔ تو وہ بعض کچھ اور بعض اوروں کو بھی حاصل ہے۔ تھوڑا بہت علم اللہ نے ہر انسان کو دیا ہے۔ تھوڑا بہت علم ہر فرشتے کو دیا۔ تھوڑا

بہت علم جنات کو بھی دیا۔ پھر اس میں حضور ﷺ کی فضیلت کیا رہی؟

تو اس کا حاصل یہ نکلا کہ اگر تمہارے دعوے کا مطلب یہ ہے تو یہ بھی غلط ہے اور یہ مطلب ہے تو یہ بھی غلط۔ یہ مطلب علماء دیوبند کا تھوڑا ہی ہے یہ تو خود بریلی حضرات کا مطلب ہے جن کا ہم رد کر رہے ہیں۔ انہوں نے ہمارے سر پر تھوپ دیا کہ تم یوں کہتے ہو کہ معاذاللہ جانوروں کے برابر علم ہے۔

اور جنات کے برابر علم ہے؟ عیاذ باللہ عیاذ باللہ۔ نقل کفر، کفر نہ باشد۔ شیطان کے برابر علم ہے۔ تو یوں کہا گیا ہے کہ اگر تم علم کے معنی یہ سمجھتے ہو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ ہر جانور کو بھی علم ہے۔ ہر فرشتہ کو بھی علم ہے۔ جنات کو بھی علم ہے۔ اس میں فضیلت کیا رہی؟

غرض تمہارے مطلب کی دو شاخیں بیان کر کے اسے رد کیا جا رہا ہے نہ کہ اپنے مطلب کا کوئی دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ تھوپ دیا ہمارے سر کہ تم یہ دعویٰ کر رہے ہو۔ یہ بالکل غلط ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے آپ ہم سے یوں کہیں کہ صاحب! فلاں آدمی آیا ہے اور وہ یوں کہتا ہے کہ فلاں جگہ وبا پھیل گئی ہے خدانخواستہ کوئی باقی نہیں رہا۔

تو ہم اس کو کہیں گے کہ بھائی! "سوچ لو کہ کوئی باقی نہیں رہنے کا کیا مطلب ہے"۔ آیا یہ مطلب ہے کہ ایک بھی باقی نہیں۔ یہ تو بظاہر خلاف بات ہے کل کے اخبار میں آچکا ہے کہ بہت سارے زندہ ہیں۔ اور اگر یوں کہو کہ بعض آدمی انتقال کر گئے۔ تو کون سا شہر ایسا ہے جس میں روز بعض لوگ انتقال نہ کرتے۔ تو یہ جو ہم نے الزام قائم کیا یہ آپ کے دعوے پہ ہم نے قائم کیا ہم نے تو کوئی دعویٰ نہیں کیا۔

تو مطلب تو آپ کے دعویٰ کا بیان کیا جا رہا ہے اور آپ ہمارے سر تھوپ رہے ہیں کہ تمہارا مطلب یہ ہے ہمیں اس مطلب سے کیا تعلق؟

علماء دیوبند کا دعویٰ

ہم تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو ساری مخلوقات سے زیادہ علم دیا گیا ہے نہ اتنا علم انبیاء علیہم السلام کو ہے اور نہ اولیاء کو ہے، نہ فرشتوں کو ہے لیکن اللہ کے علم کے سامنے وہ جزو ہے۔ کلی علم تو فقط اللہ کو ہے۔ آپ کا علم اس کا ایک جزو اور ایک شمہ ہے۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو جو علم دیا گیا ہے وہ بھی ایک جز ہے۔ تو اس فرق کو سمجھ لیجئے کہ ایک ہے حضور ﷺ کا ساری کائنات سے بڑھ کر عالم ہونا اور ایک ہے حضور ﷺ کے علم کا اللہ کے علم کے برابر ہونا، یہ برابر تب ہو گا جب ذات برابر، صفات برابر ہوں۔ احوال برابر ہوں، جب کہیں برابری نہیں ہے تو صفات میں کیسے برابری ہو گی؟ صفات میں علم بھی ہے تو علم میں برابری کیسے ہو گی؟

یہ ناممکن اور محال ہے۔ خود قرآن کریم بھی اس کے خلاف دعویٰ کر رہا ہے حدیث بھی اس کے خلاف دعویٰ کر رہی ہے تو یہ عجیب چیز ہے کہ ان کے دعویٰ کے مطلب کی ایک شق کو بیان کیا جائے اور وہ اس کو ہمارے سر تھوپیں۔ بھائی! تمہارا دعویٰ تھا اور اس کی وضاحتیں تھیں۔ تم دونوں کا انکار کر دو۔ بس ٹھیک ہے۔ ہم کوئی دعویٰ نہیں کرتے۔ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضور ﷺ "اعلم الخلائق ہیں" باقی تمام مخلوقات کا علم مل ملا کر ایسا بھی نہیں ہے جیسے سمندر کے سامنے چڑیا کے چونچ کی تری ہوتی ہے۔ لیکن یہی نسبت حضور ﷺ کے علم کو اللہ کے علم کے ساتھ ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۰)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے سوال و جواب

بعض اہل علم نے اس سلسلہ میں حضرت تھانویؒ سے سوال کیا جس میں حضرت تھانویؒ نے اپنے عقیدہ مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے جو جواب

تحریر فرمایا اس کو بھی ملاحظہ فرمایئے۔

سوال:- مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا ہر بچہ کو اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے، اس لئے امور ذیل دریافت طلب ہیں۔

(۱) آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

(۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی عبارت سے نکل سکتا ہے؟

(۳) یا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے؟

(۴) اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی اور نہ اشارۃً مفاد عبارت ہے نہ آپ کی مراد ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحۃً یا اشارۃً کہے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟ بینوا و توجروا۔

الجواب

(۱) میں نے یہ خبیث مضمون (جو سوال میں مذکور ہے) کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا۔

(۳) جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتی ہے۔

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ کی۔

اشرف علی

شعبان ۱۳۲۱ھ

(بسط البنان، ص ۲۳ مطبوعہ الفرقان لکھنؤ)

نیز حضرت حکیم الامت تھانویؒ امداد الفتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”سیدنا وشفیعنا محمد ﷺ تمام مخلوقات میں سب سے افضل اور سب سے بڑے عالم ہیں۔ جو شخص بچہ و مجنون یا کسی مخلوق کے علم کو آپ ﷺ کے برابر سمجھے یا یوں کہے کہ ابلیس لعین رسول اللہ ﷺ سے بڑا عالم تھا تو ایسا شخص کافر ملعون ہے۔ لعنۃ اللہ علیہ۔

(امداد الفتاویٰ، ج ۷ ۳۲۲، سوال نمبر ۵۲۲ کتاب العقائد والکلام)

اب تو اعتراض کی گنجائش ہی ختم ہو گئی

بعض اہل علم نے حضرت تھانویؒ کو مشورہ دیا کہ معاندین زبردستی آپ پر اعتراض کرتے ہیں اس میں عوام کا نقصان ہے جس لفظ کو لے یہ کر اعتراض کرتے ہیں اگر عبارت میں کچھ ترمیم کر دی جائے تو بہتر ہے تاکہ معاندین کو اعتراض کا موقع ہی نہ ملے۔ حضرت تھانویؒ نے جواب تحریر فرمایا۔

”جزاء کم اللہ۔ بہت اچھی رائے ہے۔ لہٰذا آپ حضرات کا مشورہ قبول کرتے ہوئے اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو اس طرح پڑھا جائے۔

”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ ہی کی کیا تخصیص ہے، مطلق علوم تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے......الخ

(امداد الفتاویٰ، ج ۶، ص ۶۲ سوال نمبر ۳۰۴ حفظ الایمان، ص ۳۲ مطبوعہ الفرقان لکھنؤ)

حضرت اقدس تھانویؒ کا ملفوظ

ارشاد فرمایا اہل باطل کے پاس اپنا تو کوئی ذخیرہ ہوتا نہیں جس میں مشغول ہوں۔ بیٹھے ہوئے دوسروں پر نکتہ چینی اور اعتراض کیا کرتے ہیں۔ ایک اعتراض حفظ الایمان پر ہے کہ حضور ﷺ کے علم کو نعوذ باللہ بہائم اور مجنون کے علم سے تشبیہ دی ہے۔ (حالانکہ) حفظ الایمان کی عبارت بالکل صاف ہے۔

(اور وہ یہ ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس علم غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید، عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔(ص ۱۸)

(اس عبارت میں) لفظ "ایسا" میں مطلق بعض غیوب کا علم مراد ہے۔نہ کہ علم نبوی۔
اس لفظ "ایسا" سے بیوقوف معترض لوگ حضور ﷺ کا علم مراد لیتے ہیں۔
اگر ذرا بھی اردو پڑھے ہوئے ہوں تو معلوم ہو۔

(افاضات الیومیہ، ج ۸، ص ۱۷۶

معترضین حضرات حضرت تھانویؒ کی جس نوع کی عبارت پر اعتراض فرما رہے ہیں ان کو اپنے اعلیحضرت کی مندرجہ ذیل عبارت بھی پیش نظر رکھنا چاہئے اور پہلے اپنے اعلیحضرت کو توہین رسول کا الزام دینا چاہئے۔

مولوی احمد رضاں کی تصریح

(۱) "فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔لم یبق بعد الاعلام غیباً یعنی بعد معلوم کرا دینے کے وہ غیب نہیں رہتا۔ پس اگر امور اطلاعیہ پر عالم الغیب کہنا مانا جائے تو ہر ایک شخص عالم الغیب ہو سکتا ہے کیونکہ آپ کو حق تعالیٰ نے اطلاع فرمائی اور آپ نے دوسروں کو بتلایا بموجب ارشاد باری تعالیٰ "بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ" پس خصوصیت آپ کی نہ رہی، ساری امت عالم الغیب ہو جائے گی، اس قسم کے کروڑوں (عطیہ) علم عام انسان بلکہ تمام حیوانات کو روزانہ ملتے ہیں اور قرآن عظیم خود غیر خدا کے لئے انہیں ثابت کرتا ہے۔

الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام، ص ۱۲ مولفہ مولوی احمد رضاخاں بریلوی

(۲) "جو شخص رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہے وہ بے دین ہے، اس واسطہ کہ آپ کو بذریعہ وحی امور مخفیہ کا علم ہوتا تھا جسے علم غیب کہنا گمراہی ہے ورنہ جمیع مخلوقات نعوذ باللہ عالم الغیب ہے، (خزینۃ الاولیا، مؤلفہ حضرت شاہ حمزہ صاحب مطبوعہ کانپور ص ۱۵)

نوٹ:- شاہ حمزہ مولوی احمد رضاخاں صاحب بریلوی کے دادا پیر ہیں۔

اعتراض نمبر ۳

لاالہ الااللہ اشرف علی رسول اللہ کاالزام

(نعوذ باللّٰہ من ذلك)

مولانااحمد رضاخاں کے خلیفہ مولانااحمد سعید کاظمی نے "الحق المبین" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔اس میں "دیوبندیوں کا مذہب" عنوان قائم کر کے لکھاہے۔

معترض کی عبارت:- اشرف علی تھانوی نے نہ صرف خواب بلکہ بیداری کی حالت میں (لااله الا الله اشرف علی رسول الله) پڑھنے کو اپنے متبع سنت ہونے کااشارہ غیبی قرار دے کر پڑھنے والے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

(الحق المبین ص ۵۶ شائع کردہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

دیوبندیوں کاکلمہ بھی مسلمانوں سے علیحدہ ہے۔

(مقیاس حنفیت مؤلفہ مولوی محمد عمر صاحب)

معترض کی عبارت:- لاالہ الااللہ اشرف علی رسول اللہ کہناجائز ہے۔

(پوسٹر شائع کردہ رضااکیڈمی مالیگاؤں)

اس اعتراض کاجواب کہ حضرت تھانویؒ نے اپناکلمہ پڑھوایا

ایک طالب علم نے عرض کیاکہ حضرت بعض اہل بدعت اعتراض کرتے ہیں کہ مولانااشرف علیؒ نے اپناکلمہ پڑھوایاہے چنانچہ ایک مرید نے خواب میں دیکھاکہ وہ پڑھ رہاہے لاالہ الااللہ اشرف علی رسول اللہ۔مرید نے یہ خواب

حضرت تھانویؒ سے بیان کیا آپ نے اس کی تعبیر بتلائی۔ حضرت نے فرمایا کہ خواب غیر اختیاری چیز ہے اس کی بنا پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا طالب علم نے عرض کیا کہ جب مرید نے اس طرح کا خواب بیان کیا تو حضرت تھانویؒ کو اس کی تردید کرنی چاہئے اس مرید کو ڈانٹنا چاہئے۔ سزا دینا چاہئے۔ حضرت نے فرمایا واہ اگر خواب میں کوئی یہ دیکھے کہ اس نے فلاں عورت سے زنا کیا تو کیا وہ سزا کا مستحق ہے؟ اس کو سزا دینا جائز ہے؟ خواب کی بنا پر شریعت میں نہ تو کوئی حکم لگایا جاسکتا ہے اور نہ ہی سزا دی جاسکتی ہے' کیونکہ خواب تو ایک غیر اختیاری چیز ہے اور غیر اختیاری امور کا انسان مکلف نہیں۔ اس شخص نے ایک خواب دیکھا حضرت نے پوچھا کہ تمہارا عقیدہ تو ایسا نہیں ہے' تم ایسا سمجھتے تو نہیں ہو؟ اس نے کہا ہرگز نہیں نعوذ باللہ میرا عقیدہ ایسا ہرگز نہیں تو حضرت نے اس کی تعبیر بیان فرمائی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا پیر متبع سنت ہے اس میں کون سی اشکال کی بات ہے خواب کا ظاہر کچھ اور ہوتا ہے اور اس کی تعبیر کچھ اور ہوتی ہے۔

ہارون رشید کی بیوی زبیدہ نے خواب دیکھا تھا کہ تمام لوگ اس سے بدکاری کر رہے ہیں اس زمانے کے ایک بڑے بزرگ (علامہ ابن سیرینؒ) سے خواب بیان کیا انہوں نے اس کی تعبیر دی کہ اللہ تمہارے ذریعہ کوئی ایسا کام لے گا جس کا فیض سب کو عام ہوگا۔ انسان درندے پرندے سب اس سے نفع اٹھائیں گے چنانچہ زبیدہ نے نہر کھدوائی جو مکہ سے نکلی ہے اب بھی موجود ہے آج تک اس کا فیض جاری ہے۔ اس زمانے میں مکہ میں بڑی پریشانی تھی قحط پڑ جاتا تھا اس نہر سے بڑی پریشانی دور ہو گئی تو دیکھئے بظاہر خواب کتنا گندہ معلوم ہوتا تھا لیکن اس کی تعبیر کتنی عمدہ ہے۔ (ملفوظات حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ)

تحقیقی و تفصیلی جواب

از: فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ۔ صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

حکیم الامت حضرت تھانویؒ صاحب پر زبردستی کا الزام

یہ کہنا کہ مولانا اشرف علی صاحبؒ کے ایک مرید نے ایسا پڑھا قطعاً غلط ہے وہ شخص اس وقت تک مرید ہوا ہی نہیں تھا بلکہ وہ ارادہ کر رہا تھا بیعت ہونے کا ' مگر یہ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس سے مرید ہوں تب یہ خواب دیکھا اور خواب دیکھنے کے بعد حضرت تھانویؒ کو اطلاع کی ' حضرت تھانویؒ نے لکھا کہ تم جس کی طرف رجوع ہونا چاہتے ہو وہ متبع سنت ہے ' (حضرت تھانویؒ نے یہ خواب کی تعبیر دی تھی ورنہ) حضرت تھانویؒ نے (اپنی حیات) زندگی میں کبھی کسی کو یہ کلمہ نہیں پڑھوایا کہ پڑھو لاالہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ۔

رہا خواب سو سوتا ہوا آدمی غیر مکلف ہوتا ہے ' حدیث میں ہے۔ رفع القلم عن ثلاث عن نائم حتی یستیقظ (بخاری شریف ج۲ ص۱۰۰۶)

یعنی تین آدمی مرفوع القلم ہیں ان میں سے ایک سونے والا جب تک کہ بیدار نہ ہو جائے۔ اس کے اوپر احکام شریعت نافذ ہی نہیں بیداری میں ' بے اختیاری میں زبان سے کلمات نکل جائیں اس پر مواخذہ نہیں چہ جائیکہ خواب کی باتوں پر ' اس کے اوپر وہ جو اعتراض کرتے ہیں۔ مہمل اعتراضات ہیں۔

حدیث پاک میں خود موجود ہے کہ "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ کرنے سے ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے کوئی شخص سفر میں ہو ' او نٹنی پر اس کا سب سامان لدا ہو ' اچانک وہ غائب ' سارا سامان غائب ' اب وہ زندگی سے مایوس ' پریشان

ادھر ادھر ڈھونڈتا پھرتا ہے' آخر تھک تھکا کر کسی درخت کے نیچے مایوس' ناامید ہو کر لیٹ گیا' پھر جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ اونٹنی سامان سے لدی ہوئی کھڑی ہے۔ اس پر اتنی خوشی اس کو ہوتی ہے کہ بے خبری میں کہہ اٹھتا ہے الھی انت عبدی و انا ربك (یعنی الٰہی تو میرا بندہ اور میں تیرا رب) کہنا چاہتا تھا الٰہی انت ربی وانا عبدک (یعنی الٰہی تو میرا رب اور میں تیرا بندہ ہوں) مگر زبان سے کیا نکلتا ہے' اے اللہ تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں' (مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۳)

اس کے اوپر کوئی حکم کفر نہیں لگایا گیا۔ (اس کی وجہ سے کہ اس نے دانستہ طور پر اپنے اختیار سے یہ کلمہ نہیں کہا بلکہ بے خودی میں بے اختیار نکل گیا) پھر وہ (خواب دیکھنے والے صاحب) مرید تو بعد میں ہوئے' اگر مرید ہونے سے پہلے کوئی چیز کرے تو اس کو یہ تو نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ان کے مرید نے کیا ہے' مرید تو بعد میں ہوئے۔

غرض اس طرح سے یہ سب مغالطے ہیں۔ جو سیدھے سادھے بھولے مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لئے راہ حق سے ہٹانے کے لئے گڑھ رکھے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(ملفوظات فقیہ الامت ص ۱۳۶ قسط ۷)

علماء دیوبند کا مسلک اور اصل واقعہ کی شرعی تحقیق

حضور رسول اللہ ﷺ خاتم الرسل ہیں جو شخص آپ کے بعد کسی کو بھی رسول جانے وہ کافر ہے۔ یہ تمام اہل سنت والجماعت کا بلکہ تمام اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے۔ پس جو شخص حالت بیداری واختیاری میں قصداً یہ کلمہ پڑھے وہ کافر ہے' اسلام سے خارج ہے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ قدس سرہ

اور تمام اکابر کا بھی یہی فتویٰ ہے' حضرت مولانا تھانویؒ نے کبھی کسی سے یہ کلمہ نہیں پڑھوایا اور وہ کیسے پڑھواتے جب کہ وہ خود ہی اس کو کلمہ کفر قرار دے کر ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں۔

جو شخص حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ تھانوی نور اللہ مرقدہ کی طرف اس کلمہ کو منسوب کر کے ان کو کافر کہتا ہے وہ بہت بڑا بہتان باندھتا ہے' اور اس کی وجہ سے وہ خود ہی اس کی زد میں آجاتا ہے' جو شخص کافر نہ ہو اس کو کافر کہنے سے وہ کفر بحکم خداوندی اس کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے' نیز جب کفر کی بات کسی کی طرف سے نقل کی جائے حالانکہ اس نے وہ بات نہیں کہی تھی تو وہ درحقیقت اس کا اپنے سینہ کا کفر کہلائے گا۔ جس کو وہ دوسروں کی طرف سے نقل کر رہا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۵۲ سوال نمبر ۴۳)

باب ۴

مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی عبارات پر اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض نمبر ۱

امتی عمل میں نبی کے برابر ہو سکتا ہے

معترض کی عبارت:- انبیاء اگر ممتاز ہوتے ہیں تو صرف علوم میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل تو اس میں امتی برابر ہو جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس)

جواب

مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی عبارت اس طرح ہے الغرض کمالات ذوی العقول کل دو کمالوں میں منحصر ہے' ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی اور بنائے مدح کل انہیں دو باتوں پر ہے۔ چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کی ہے۔ (۱) نبیین (۲) صدیقین (۳) شہداء (۴) صالحین جن میں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال تو کمال علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال کمال عملی ہے اور انبیاء کو تو منبع العلوم اور فاعل اور صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھئے۔

اور شہداء کو منبع العمل اور فاعل اور صالحین کو مجمع العمل اور قابل خیال فرمایئے۔ دلیل اس دعوے کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے جو ممتاز ہوتے ہیں وہ علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی

ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے"۔(تحذیر الناس)

اس عبارت کا مطلب بالکل واضح ہے مگر جس کو اعتراض ہی کرنا ہے اور الزام ہی لگانا ہے اس کو کون روک سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ پاک جو علوم عطا فرماتے ہیں اس میں کوئی امتی شریک نہیں ایسا علم کسی امتی کو حاصل نہیں ہوتا۔ البتہ اعمال میں شرکت ہو سکتی ہے بلکہ بظاہر کبھی کسی امتی کا کوئی عمل عمل نبی کے عمل سے دیکھنے میں زیادہ معلوم ہوتا ہے۔

مثلاً ہمارے پیغمبر ﷺ کے حج سے کسی امتی کے حج کی تعداد زیادہ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے عمر میں تیس چالیس حج کئے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے پچاس سے زیادہ حج کئے ہیں۔ اسی طرح نمازوں کی تعداد میں اضافہ ہو سکتا ہے حضور اکرم ﷺ کو نبوت ملنے کے بعد تیس سال کی مدت ملی ہے۔ اس کے بعد وصال ہو گیا۔

اور آپؐ کی امت میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کی عمر سو سال ہوئی ہے ظاہر ہے کہ اس مدت میں ان کی نماز کی تعداد حضور ﷺ کی نماز کی تعداد سے بڑھ جائے گی۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں وقد یجد فی الامة من ھو اطول عمراً و اشد اجتھادا من النبی ﷺ اس کا مطلب وہی ہے جو ابھی ہم نے لکھا ہے۔ لیکن یہ سب ظاہر کے اعتبار سے حقیقت کے اعتبار سے ہے قیامت تک آنے والے حضرات کی ساری عبادات مل کر پیغمبر ﷺ کے ایک سجدے کے برابر نہیں ہو سکتی۔ ناظرین کرام فیصلہ کریں کہ اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔

معترض کی خیانت

معترض صاحب کا یہ کھلا ہوا بہتان ہے کہ اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی بڑی خیانت سے کام لیا گیا قارئین کرام معترض کی عبارت دوبارہ ملاحظہ فرما کر اب حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔

"انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی

رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں"۔

(تحذیر الناس، ص۵)

اصل عبارت سے معترض صاحب نے خط کشیدہ لفظ "بظاہر" کو حذف فرمادیا۔ اور خود ہی اعتراض کرنے لگے مولانا نانوتویؒ تو فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے ظاہر میں امتی نبی کے عمل میں برابر ہو جائے لیکن حقیقت میں نہیں ہو سکتا، یعنی مقدار و کمیت، تعداد و شمار میں تو ظاہر میں بڑھ سکتا ہے لیکن کیفیت میں باعتبار حقیقت کے ہرگز مساوی بھی نہیں ہو سکتا ہے بڑھ جانا تو دوسری بات ہے، لیکن معترض صاحب نے لفظ "بظاہر" کو حذف کر کے زبردستی اعتراض کر دیا، جس کو اللہ نے ذرا بھی عقل دی ہو وہ اس خیانت کو اچھی طرح سمجھ لے گا اور یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گا کہ ان حضرات کا کام ہی ہے صحیح عبارتوں کو کتر بیونت کر کے خواہ مخواہ کا اعتراض کر کے عوام کے ذہنوں میں بدگمانی پیدا کرنا اللھم احفظنا۔

علماء دیوبند اہلسنت والجماعت کا مسلک

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں کہ "عمل میں آپ ﷺ کے برابر تو کوئی کیا ہو گا قریب بھی آپ کے کوئی نہیں بلکہ بعید اور ابعد بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کہاں ہمارا عمل کہاں حضور کا۔ کوئی یہ نہ کہے کہ میں تمام رات جاگتا ہوں اور حضور ﷺ سوتے بھی تھے اور جاگتے بھی تھے۔ (لہٰذا میں عمل میں حضور ﷺ کے برابر ہو گیا یا بڑھ گیا یہ کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ حضور ﷺ کی دو نفلیں ہم سب کی تمام عمر کی عبادت سے کہیں زیادہ ہیں ہمارے اندر وہ اخلاص اور وہ محبت کہاں۔ حضور ﷺ کا تو بڑا رتبہ ہے ہمارے حضرت پیر و مرشد فرماتے تھے کہ عارف کی ایک رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعت سے افضل ہے۔ اور اسی واسطے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک مُد (جو صدقہ کرنا) اوروں کے احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ پس اس تفاوت کے ہوتے ہوئے آج اگر کوئی عمل پر مدعی استحقاق ہو تو بڑا نادان (اور جاہل) ہے۔

(وعظ اسباب الفضائل ملحقہ اصلاح باطن، ص ۴۳)

اعتراض نمبر ۲

ختم نبوت کا انکار

ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین

خاتم کے معنی ہے اصلی نبی آخری نبی عوام کا خیال ہے۔ فرض کیجئے آپ کے زمانے میں کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی آپ کی خامیت باقی رہتی ہے۔ خاتمیت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ (تخذیر الناس)

اس عقیدے میں مرزا غلام احمد قادیانی ان کا شاگرد رشید ہوا کیونکہ اس نے بھی یہی کہا ہے کہ میں بروزی (عارضی) نبی ہوں۔

لکھتا ہے کہ اب خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بھی بہتر ہو گا۔ غلام احمد قادیانی۔ (دافع البلاء ص ۲۰)

جواب سوال نمبر ۲:- اس میں اعتراض کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا قاسم صاحب نے حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہے نعوذ باللہ من ذلک بالکل غلط الزام ہے۔

مولانا قاسمؒ صاحب نے جگہ جگہ لکھا ہے کہ میرے اوپر یہ افتراء اور بہتان ہے کہ میں حضور ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتا ان کی عبارت یہ ہے کہ

"خاتمیت زمانی اپنا دین وایمان ہے" ناحق کی تہمت کا البتہ کوئی علاج نہیں۔ مولانا قاسم صاحب کی عبارت پر اعتراض وہی لوگ کرتے ہیں جو علم سے نا آشنا ہیں جاہل ہیں۔ اور لوگوں کو گمراہ کر کے اپنا الو سیدھا کرتے رہتے ہیں۔ اس اعتراض کا اور جتنے بھی اعتراضات کئے گئے ہیں سب کے جوابات متعدد بار لوگوں

نے دیئے ہیں۔اور شائع بھی ہو چکے ہیں۔ تاہم اس عبارت کی توضیح ہم پھر کئے دیتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کرام کو کتابوں کے تلاش کرنے میں زحمت نہ اٹھانی پڑے اور عبارت کا مطلب آسانی سے سمجھ لیں۔اور گمراہی سے بچ جائیں۔ایک عالم ربانی کو کافر کہہ کر اپنی عاقبت نہ برباد کریں۔

عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے تو عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ خاتم النبیین زمانے کے اعتبار سے ہیں۔یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ کہ یہ مطلب تو ہے ہی۔ سب کا اس پر ایمان ہے۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔

لیکن اس آیت کا یہ بھی مطلب ہے کہ آپ خاتم النبیین ذاتی بھی ہیں۔ یعنی آپ کو نبوت بالذات ملی ہے کسی کے طفیل میں نہیں ملی ہے اور آپ کے علاوہ جتنے انبیاء دنیا میں آئے ہیں ان سب کو نبوت ہمارے حضور پیغمبر ﷺ کے طفیل میں ملی ہے۔ ذرا انصاف کیجئے کہ اس میں حضور ﷺ کی کس قدر تعظیم ہے۔

معترض صاحب نے غلام احمد قادیانی کو مولانا قاسم صاحب کا شاگرد رشید لکھا ہے۔اس کا انصاف تو قیامت میں خدا کی عدالت میں ہو گا' معترض کو اچھی طرح معلوم ہے کہ تمام علماء دیوبند نے غلام احمد قادیانی کو کافر لکھا ہے۔اس کے باوجود یہ الزام لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ہے۔(۱)

مولانا قاسم نانوتویؒ کا عقیدہ

(۱) حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی واضح الفاظ میں تصریح فرماتے ہیں۔

اپنا دین وایمان ہے بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال

نہیں جو اس میں تاویل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں۔

(جوابات محذورات ص ۵۰ مناظر عجیبہ ص ۱۰۳)

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

"خاتمیت زمانی اپنا دین وایمان ہے' ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں" مناظر عجیبہ ص ۳۹۔

حضرت خاتم النبیین کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۳ تا ص ۶۹)

حضرت مولانا نانوتویؒ کی مذکورہ بالا عبارتوں کو پڑھنے کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ ختم نبوت کے سلسلہ میں اس کے بعد بھی کوئی کسی نوع کا اعتراض کرنے کی جرأت کرے۔

مرزا غلام احمد کی علماء دیوبند نے تکفیر کی ہے

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں صاف تصریح موجود ہے۔

"مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے اتباع و مریدین کے کفر وارتداد میں کچھ شبہ اور تردد نہیں ہے' اس میں ایک وجہ بھی اسلام کی باقی نہیں رہی' تمام وجوہ کفر وارتداد کی ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی پیغمبر کی توہین باتفاق کفر ہے۔ اور سب وشتم انبیاء ارتداد صریح ہے۔ بعد اس کے کوئی وجہ اسلام کی اس شخص میں باقی نہیں رہتی۔

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند جدید' سوال نمبر ۵۸ ج ۲ ص ۳۶۸)

نیز فتاویٰ دار العلوم دیوبند قدیم میں ہے۔

"مرزا قادیانی کے عقائد و خیالات باطلہ اس حد تک پہنچے ہوئے ہیں ان

سے واقف ہو کر کوئی مسلمان مرزا کو مسلمان نہیں کہہ سکتا' بہر حال بعد علم عقائد باطلہ مرزا مذکور کو کافر کہنا ضروری ہے اس کو اور اس کے اتباع کو جن کا عقیدہ مثل اس کے ہو مسلمان نہ کہا جائے وہ مسلمان نہ تھا جیسا کہ اس کی کتب سے ظاہر ہے"۔

(فتاویٰ دار العلوم قدیم 'عزیز الفتاویٰ ج ۵ ص ۷۶)

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں۔

"مرزا کے اقوال دیکھنے کے بعد اس کے بقاء اسلام کے قائل ہونے کی کچھ گنجائش نہیں" نیز اسی فتویٰ میں تفصیل سے مرزا غلام کے پیروکاروں کے بابت کفر کا فتویٰ تحریر فرمایا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۹ سوال نمبر ۴۲۱)

باب ۵

تبلیغی جماعت اور وہابیوں سے متعلق اعتراضات اور ان کے جوابات

معترض کی عبارت:- اپنے بارے میں تبلیغی جماعت والوں کا خود یہ اقرار ہے کہ ہم نجدی وہابی ہیں۔(۱) کوئی دوسرا اگر یہ بات کہے تو شاید یہ الزام سمجھا جائے گا۔ رشید احمد گنگوہیؒ کہتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے معتقدوں کو وہابی کہتے ہیں۔ اور ان کے عقائد عمدہ تھے۔(۲)(فتاویٰ رشیدیہ)

تھانویؒ کہتے ہیں کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں۔ یہاں فاتحہ کے لئے کچھ مت لایا کرو۔ (اشرف السوانح اول)

---

(۱) بالکل غلط بات' افتراء محض ہے تبلیغ والے ہرگز اپنے کو نجدی وہابی نہیں کہتے' دونوں جماعتوں کے نظریات اور عقائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے' مثلاً روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو محمد بن عبدالوہاب سختی سے منع کرتے ہیں۔ اور تبلیغ والے اور علماء دیوبند اس کو مستحب قرار دیتے ہیں محمد بن عبدالوہاب نے اونٹنی پر بیٹھ کر طواف کیا تھا جس نے مطاف میں بول براز کیا' تبلیغ والے نیز علماء دیوبند ہرگز اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔ دونوں کے طریقہ کار میں بھی اختلاف ہے' تبلیغی جماعت کے اصول مقررہ چھ نمبر ہیں جس کے دائرہ میں رہ کر کام کرتے ہیں۔ مسجد میں بیٹھ کر اعتکاف کرنا' گشت کر کے اللہ کے بندوں کو مسجد میں لانا' مسجد میں بیٹھ کر قرآن و حدیث پڑھنا سننا' دینی مذاکرہ کرنا یہی ان کا کام ہے۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی نے جو تحریک چلائی تھی اس کا نشانہ حکومت تھا اس کا طریقہ کار بالکل اس سے مختلف تھا۔

حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں ہے "ایک صاحب نے سوال کیا کہ اہل نجد کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے' میں نے کہا کہ رائے یہی ہے کہ نجدی ہیں وجدی نہیں صرف یہی ایک کسر ہے نجدی کے ساتھ اگر وجدی بھی ہوتے تو اچھا ہوتا"۔ (الافاضات الیومیہ ج۲ص۳۸۵)

تبلیغی جماعت والے تو بے چارے محمد بن عبدالوہاب کی شخصیت اور اس کی تعلیمات و نظریات سے واقف تک نہیں نہ ہی اپنے کو نجدی و وہابی کہتے ہیں اور کیوں کر کہا جا سکتا ہے جب کہ اس جماعت کا نجدیوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں' یہ تو ان پر زبردستی کا الزام ہے کہ خود وہ تو برأت کر رہے ہیں اور معترضین زبردستی الزام کس رہے ہیں فالی اللہ المشتکی۔

(۲) فتاویٰ رشیدیہ میں یہ عبارت نہیں البتہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے مولانا اسماعیل شہیدؒ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق نیز لفظ وہابی کی بابت سوال کیا گیا کہ یہ دونوں حضرات کیسے ہیں' ان کے عقائد کیسے ہیں اور مولانا اسماعیل شہیدؒ اور محمد بن عبدالوہاب دونوں ہم عقیدہ و ہم مشرب ہیں یا علیحدہ علیحدہ! حضرت گنگوہیؒ نے جواب تحریر فرمایا۔

"مولوی محمد اسماعیل صاحب عالم متقی' بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کو جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے تھے اور محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کا مجھ کو مفصل حال معلوم نہیں۔ (البتہ) اس وقت اور ان اطراف میں (لوگ) وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں"۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۲'۴۴'۹۶)

(۳) اشرف السوانح جلد اول ص ۴۵ سے یہ عبارت ماخوذ ہے' جس میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ کانپور کے قیام کے زمانے میں اہل کانپور حضرت

حکیم الامت تھانوی سے حد درجہ محبت فرماتے تھے' موافق مخالف' ہم عقیدہ و ہم مشرب اور اہل بدعت حتیٰ کہ مخالفین و معاندین بھی حضرت تھانویؒ کے گرویدہ تھے' جو لوگ لفظ وہابی کو گالی کے مرادف سمجھتے تھے وہ عوام الناس بھی دوسروں کو تو وہابی کہتے تھے لیکن حضرت تھانوی کی شان میں لفظ وہابی کہنا پسند نہ کرتے تھے اس حقیقت کا اشرف السوانح میں اظہار کیا گیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

"حضرت والا نے فرمایا کہ جب میں کانپور گیا ہوں تو وہاں کے لوگ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے اور بڑی تکریم و تعظیم سے پیش آتے تھے' موافق اور مخالف سبھی کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے محبت ڈال دی تھی' جو مخالف مشرب کے تھے گو عقیدت تو تھی نہیں لیکن محبت ان کو بھی تھی۔

میں کانپور میں ہمیشہ محلہ پٹکاپور ہی میں رہا۔ میرے ساتھ ان کا ہمیشہ نہایت محبت کا برتاؤ رہا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا ایک بار چند عورتیں نیاز دلانے کے لئے جامع مسجد میں کہ اس وقت طلبہ بھی وہیں رہتے تھے جلیبیاں لائیں' طالب علم آزاد ہوتے ہی ہیں لے کر بلا نیاز دے سب کھا پی گئے' اس پر بڑی برہمی پھیلی عورتیں اپنے مردوں کو بلا لائیں۔ ایک طالب علم نے حضرت کو جلدی سے اطلاع دی حضرت اس وقت فوراً تشریف لے گئے اور نہایت حسن تدبیر سے ہنگامہ کو فرو کیا اس طرح کہ دو چار طالب علموں کو تھپڑ لگائے اور خفا ہوئے کہ بلا اذن کسی کی چیز کھالینا شرعاً جائز کہاں ہے؟ جب حضرت والا طالب علموں کو مارنے لگے تو پھر محلہ والے خود ہی ان کو بچانے لگے' اور حمایت کرنے لگے پھر حضرت والا نے جلیبیوں کی قیمت پوچھ کر قیمت لوا کی اس سے سب خوش ہو گئے۔ پھر حضرت والا نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لئے کچھ مت لایا کرو' اس سے بھی

انہوں نے حضرت والا کو تو وہابی نہ سمجھا ان طالب علموں کو ہی سمجھا' غرض اس قسم کے برتاؤ سے سب محلہ والے حضرت کا دم بھرنے لگے۔

(اشرف السوانح ص ۴۰-۴۵)

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کس سیاق میں مصنف کتاب نے واقعہ کو ذکر کیا ہے اور ذکر کرنے کا کیا مقصد ہے؟ معمولی فہم والا بھی سمجھ لے گا کہ حضرت تھانوی پر وہابی کا اطلاق نہ کرنا (یعنی یہ کہ عوام الناس بھی حضرت تھانوی کو وہابی نہ سمجھتے تھے) یہ بیان کیا گیا ہے اور اسی سیاق میں اس قصہ کو بیان کیا گیا ہے۔

باقی یہ بات کہ حضرت تھانوی اپنے کو محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف منسوب کرنا پسند کرتے تھے یا نہیں اور اپنے کو وہابی کہلاتے تھے یا نہیں اس کا فیصلہ قارئین کرام مندرجہ ذیل ملفوظ سے فرمالیں۔

"فرمایا معلوم نہیں یہ بدعتی لوگ ہم کو وہابی کیسے کہتے ہیں۔ اول تو وہ بدنام شخص عبد الوہاب نہیں خواہ مخواہ بے چارے کو بدنام کیا وہ تو محمد بن عبد الوہاب ہے جس نے تشدد سے کام لیا ہے پھر قطع نظر اس سے ہمارے عقائد بھی تو ان جیسے نہیں۔ بہت سے مسائل میں ہم کو ان سے سخت اختلاف ہے تو ہم ان کے متبع کیسے ہوئے مثلاً وہ حضور ﷺ کے مزار مبارک پر قصداً جانے کو حرام کہتے ہیں ہم مستحب بلکہ مؤکد کہتے ہیں اور ہمارے بعض علماء کا وجوب تک کا خیال ہے تو پھر ہم وہابی کیسے ہوئے۔ (الاضافات الیومیہ ج ۸ ص ۲۱۸ قسط ۱)

اس توضیح کے بعد حضرت اقدس کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب

معترض کا اعتراض یہ ہے کہ مولانا نعمانی صاحب مولانا اشرف علی صاحب نے اپنے وہابی ہونے کا اعتراف کیا ہے اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ ہندوستان میں عام طور پر لوگو وہابی ایسے لوگوں کو کہتے ہیں جو بدعات در سومات قبیحہ سے بچتے ہیں۔ سنت پر عمل کرتے ہیں۔

مولانا اشرف علی صاحب کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ مروجہ فاتحہ جس میں لوگ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ ضروری سمجھتے ہیں بغیر اس کے ان کے یہاں فاتحہ ہی نہیں ہوتا۔ ہم لوگ ایسا نہیں کرتے جہاں ایسا ہوتا ہے وہاں جا کر یہ کام کرالو۔

مولانا نعمانی صاحب کے قول کا مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ اہل بدعت کی طرح مزار کی پوجا نہیں کرتے کہ ایک مزار بنالیا اور مجاور بن کر لوگوں کے چڑھاوے وصول کرنے لگے ہم لوگ تو کام چاہتے ہیں کہ لوگ دین کی اشاعت کریں۔ انبیاء علیہم السلام اور صحابہؓ کی طرح جگہ جگہ جا کر لوگوں کو دین پر چلانے کی کوشش کریں۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں مولانا رشید احمد صاحبؒ سے جو کچھ لوگوں نے بیان کیا ویسا انہوں نے جواب دیا۔

مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تحقیق کی تو اس کے حالات اچھے معلوم نہیں ہوئے۔ اس لئے انہوں نے محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں بہت سخت لکھا ہے اور اس کو گمراہ قرار دیا ہے۔

تبلیغی جماعت کا فریب

اس عنوان کے تحت معترض نے تبلیغی جماعت کا بہت استہزاء کیا ہے اور غیر مہذب زبان استعمال کی ہے اس کے بعد اس جماعت کے اندر کوئی گرفت نہ ملی تو اس کا سلسلہ آخر میں علماء دیوبند سے جوڑ کر لکھا ہے کہ اس جماعت کے اراکین چونکہ علماء دیوبند ہیں اور ان لوگوں کی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کی توہین بھری پڑی ہے اسی لئے یہ حضرات اپنے اکابرین کا نام بتانے میں شرم محسوس کرتے ہیں۔

ناظرین کرام انصاف سے کام لیں۔ علماء دیوبند کی کتابوں پر معترض نے جو اعتراضات کئے ہیں۔ اور معترض کے ہم مشرب جتنے لوگ اعتراض کر چکے ہیں ان سب کا جواب بار بار دیا جا چکا ہے اب بھی درجنوں کتابیں کتب خانوں میں ملتی ہیں ان کو دیکھ لیا جائے۔ نیز اس تحریر میں بھی آپ حضرات جواب ملاحظہ فرمائیں۔ غلط عبارت ہر جگہ لکھ کر اور اپنی طرف سے عبارت ملا کر قصداً نفرت پیدا کرنے کے لئے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہ حرکت کی گئی ہے۔

معترض اور ان کے جو پیشوا گزرے ہیں انہوں نے اکثر علماء ربانیین اور صالحین کو کافر کہا ہے اور کہتے ہیں۔ ان کی جرأت یہاں تک ہوئی کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں کو بھی کافر کہتے ہیں۔ وہاں جو حکمراں طبقہ ہے اس کو بھی کافر کہتے ہیں۔ حالانکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں کافر نہیں رہ سکتے۔ دجال بھی وہاں نہ جا سکے گا۔

ذرا غور کیا جائے کہ نعوذ باللہ اگر ان مقامات مقدسہ کے لوگ کافر ہیں اور حکومت بھی کافروں کی ہے تو کیا اللہ پاک ایسے لوگوں کو برداشت کرے گا۔ اور یہ پسند کرے گا کہ دیار نبی میں کافر ہیں اور حکومت کریں کیا یہ خداوند قدوس کی شان میں گستاخی نہیں۔ یہ تو خدا کو عاجز سمجھنا ہوا۔ اور جو خداوند قدوس کو عاجز سمجھتا ہے وہ کیا مسلمان ہو سکتا ہے۔

احقر صدیق احمد

تبلیغی جماعت کا تعارف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل بدعت نے تبلیغی جماعت کے خلاف بڑا پروپیگنڈہ کر رکھا تھا' شہر باندہ کے کلکٹر صاحب نے ایک قاصد کے ذریعہ تبلیغی جماعت کے متعلق حضرت اقدس سے معلومات کی تھیں۔ یہ مضمون حضرتؒ نے کلکٹر کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔

عزت مآب جناب................ آداب

ایک مراسلہ جناب والا کی طرف سے ملا جس میں تبلیغی جماعت اور اس کے کام کے بارے میں دریافت کیا گیا ہے' جماعت آج سے نہیں تقریباً پچاس سال سے اس ملک میں کام کر رہی ہے۔ ملک کا ہر شخص اس کو اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ کیا کام کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں سال میں جگہ جگہ بے شمار بڑے بڑے اجتماع ہوتے ہیں۔ جن میں دوسرے مذاہب کے لوگ بھی آتے ہیں اور ان کی باتیں سن کر خوش ہوتے ہیں۔

یہ لوگ نماز روزہ اور اچھی باتیں سکھاتے ہیں۔ جوا' شراب' زنا' چوری' بے ایمانی اور دوسری خراب باتوں سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ ان کے ساتھ جو لوگ کچھ دن رہ جاتے ہیں وہ اکثر نیک بن جاتے ہیں' بری باتیں ان کی چھوٹ جاتی ہیں۔ بہت سے علاقے ایسے ہیں جہاں حکومت کے لوگ ان کی حرکتوں سے پریشان تھے' ڈاکہ ڈالتے تھے' شراب پیتے تھے' چوری کرتے تھے اور کسی طرح ان کی گرفتاری نہ ہو پاتی تھی۔ ایسے لوگوں پر تبلیغی جماعت نے محنت کی ان سب نے توبہ کی اور اب ملک میں شریف آدمی کی طرح رہتے ہیں۔ اس علاقہ کی پولیس

بھی ان سے خوش ہے اور تبلیغی کام کرنے والوں کی تعریف کرتی ہے۔

اس پر یہ الزام لگانا کہ یہ ایسی کتابیں پڑھتے ہیں جس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے' بالکل غلط ہے تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) چھپا ہوا ہے یہی ان کے پاس ہے اس کو پڑھتے ہیں۔ اس کی کتابوں کے نام یہ ہیں فضائل نماز' فضائل صدقات' فضائل رمضان' فضائل ذکر' فضائل تبلیغ' فضائل درود شریف' حکایات صحابہؓ جس کا جی چاہے اور جب جی چاہے ان کی تلاشی لے کر دیکھ سکتا ہے۔ انہیں کتابوں کو پڑھتے ہیں اور سناتے ہیں' اور اپنے کو اچھا بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ خدا کے گھر میں عبادت کرتے ہیں۔ وہیں یہ کتابیں سناتے ہیں' کسی پر بار نہیں ڈالتے ان کے ذریعہ کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی' اس کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ اگر اس جماعت سے کسی بھی فرقہ کو تکلیف پہنچتی اور ملک کے امن و امان میں رخنہ پڑتا تو کوئی حکومت ان کو نہ بخشتی' ان کو جیلوں میں بند کرتی' ان پر پابندی لگاتی حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ انگریزی دور سے لے کر کبھی بھی ایسا نہیں ہوا' بلکہ جب بڑے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں تو حکومت ہر ممکن سہولت پہنچاتی ہے اسپیشل ٹرینیں جاری کی جاتی ہیں۔ اس لائن پر زائد بسوں کا انتظام ہوتا ہے' میونسپلٹی کی طرف سے اجتماع میں آنے والوں کے لئے راحت کا سامان کیا جاتا ہے۔

یہ کام صرف ہمارے ہی ملک میں نہیں ہو رہا ہے بلکہ ساری دنیا میں اس سلسلہ میں محنت ہو رہی ہے۔ اور ہر حکومت اس کام سے خوش ہے' اس سے اچھے افراد بنتے ہیں۔ برائیاں دور ہو رہی ہیں اور جماعت کے لگنے والے حکومت کے جس محکمہ میں ہیں نہایت دیانت داری اور امانت داری سے کام کرتے ہیں۔ حکومت کا نقصان نہیں چاہتے' ہر حاکم اور افسر ان کے کام سے خوش رہتا ہے مگر کچھ لوگ دنیا میں ایسے رہے ہیں جو اچھے لوگوں کو پریشان کرتے رہے' ان کو

ستاتے رہے' ان کو ہر قسم کا نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ یہ بھی اس دنیا میں ہوا کہ اچھے لوگوں کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا' اور ہر قسم کی سختی برداشت کرنی پڑی' لیکن دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ اس قسم کے خود غرض لوگ ختم ہوئے' ان کی اسکیمیں فیل ہوئیں اور آج ان کا کوئی نام لینے والا نہیں رہا' اور اچھے لوگ آج تک اچھے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اور دنیا ان کو اپنا پیشوا مانتی ہے اور کیوں نہ ہو سچائی ہمیشہ رہنے کے لئے ہے اور جھوٹ فریب فنا ہونے کے لئے ہے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان کو سنیما دیکھنے والے دوسروں کی بہو بیٹی پر ہاتھ ڈالنے والے' دوسروں کے مال' عزت آبرو لوٹنے والے' ظلم کرنے والے' شراب پینے والے' جوا کھیلنے والوں سے آج تک نہ تکلیف ہوئی اور نہ حکومت سے چارہ جوئی کی' اور جو لوگ اچھا کام کرتے ہیں' دنیا میں اچھی باتوں کی اشاعت کرتے ہیں' برائی سے روکتے ہیں' ان سے ان کو تکلیف ہو رہی ہے۔

سوچنے کی بات ہے کیا دنیا میں یہی چند لوگ مسلمان ہیں اگر اس جماعت کا کام تکلیف دہ ہوتا ہے تو ہر جگہ کے مسلمانوں کو تکلیف ہونی چاہئے پھر یہ کام ہر ملک کے ہر شہر میں ہر قصبہ و دیہات میں کیوں ہو رہا ہے۔ آنکھیں ہوں تو دہلی جا کر دیکھیں کہ روزانہ دوسرے ملکوں سے کتنے مسلمان مرکز نظام الدین دہلی میں آتے ہیں۔ اگر ان لوگوں سے کچھ نقصان پہنچتا اور کسی کو تکلیف ہوتی تو حکومت کبھی بھی اپنے ملک میں ایسے لوگوں کو نہ گھسنے دیتی اور نہ یہ کام ہونے پاتا' ہم لوگ مقامی حکام سے درخواست کرتے ہیں کہ جو خود غرض لوگ اس جماعت پر الزام لگاتے ہیں اس کے کام میں رکاوٹ ڈالتے ہیں ان کو تنبیہ کریں کہ آئندہ اس قسم کی رخنہ اندازی نہ کریں اور ملک کے امن وامان کو برباد نہ کریں' ان کو ان کا کام پسند نہیں تو نہ شریک ہوں' جب ان کے گھر جائیں تو نکال دیں خدا کے گھر میں رکاوٹ ڈالنے کا ان کو کیا حق ہے؟

احقر صدیق احمد غفرلہ

ایک صاحب کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مکرمی زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کالفافہ ملاپڑھ کربہت افسوس ہوا۔ تبلیغی جماعت سے ملک اور بیرون ملک میں جو نفع ہوا وہ سب کو معلوم ہے لیکن جب دینی کام ہوتا ہے تو شیطان کوشش کرتا ہے کہ اس کو کسی طرح بند کردے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ میرے استاذ ہیں میں اچھی طرح پورے حالات سے واقف ہوں وہ ہمیشہ اس کام سے خوش رہے۔ آپ لوگوں کو سمجھایئے کہ اس قسم کے وساوس دلوں میں نہ پیدا کریں۔ یہ شیطان کی حرکت ہے جو لوگوں کو دینی کام سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے ۔ آپ اپناکام کرتے رہیں اور لوگوں کی غلط فہمیاں دور کرتے رہیں۔ ان کو نرمی سے سمجھائیں۔ اللہ پاک آپ حضرات کی نصرت فرمائے۔

احقر صدیق احمد

جامعہ عربیہ ہتورا' باندہ

تبلیغی جماعت پر کئے جانے والے اعتراضات کے اصولی جوابات

حضرت کے متعلقین میں سے ایک صاحب نے تبلیغی جماعت اور تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) پر متعدد اشکالات کئے تھے حضرت اقدس نے مختصر اًسب کا اصولی جواب تحریر فرمایا

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً

تبلیغی جماعت جن اصول کے ساتھ کام کررہی ہے وہ قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے طریقہ کے خلاف نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے انفرادی حیثیت

سے کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس سے پوری جماعت کو موردِ الزام قرار دینا انصاف کے خلاف ہے۔ اس قسم کی خامی کس کے اندر نہیں' کوئی دینی ادارہ حتی کہ خانقاہ اس سے خالی نہیں' اس جماعت سے بحمدہ تعالیٰ دینی بیداری لوگوں میں پیدا ہو رہی ہے' لاکھوں کی زندگی بنی ہے اور بن رہی ہے' جب دین آدمی کے اندر آتا ہے تو ایمان کی پختگی آتی ہے' اس کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے۔ جانی مالی قربانی بھی اس کے لئے آسان ہو جاتی ہے' جن حضرات نے اس جماعت کے ساتھ چل کر کام نہیں کیا اور نہ ان لوگوں کو دیکھا جن کی زندگی اس جماعت کی محنت سے درست ہو رہی ہے وہ لوگ اس قسم کے لچر اور بے سروپا اعتراضات کرتے ہیں' اللہ پاک سمجھ عطا فرمائے۔

اس جماعت کی محنت سے ویران مساجد آباد ہوئیں' جہاں مسجد میں نہ تھیں وہاں مسجدیں تیار ہوئیں۔ بے شمار دینی مکاتب قائم ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ کلمہ اور نماز کے بغیر جو دفن کر دئے جاتے تھے وہاں بکثرت علماء اور حفاظ پیدا ہو رہے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں مستند ہیں۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے خدا کا خوف آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت اور محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ آخر میں گزارش ہے کہ کسی سے مباحثہ اور مناظرہ کی شکل نہ پیدا ہونی چاہئے۔ اخلاص کے ساتھ کام کرتے رہیں۔ سب کے ساتھ نرمی سے گفتگو کریں' اس کا اثر انشاء اللہ اچھا ہوگا۔ اور مخالفت ختم ہو جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ والیہ المرجع والمآب

احقر صدیق احمد

خادم جامعہ عربیہ ہتورا ضلع باندہ

۱۵؍رجب ۱۴۰۶ھ

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا

حق نما

اہل بدعت کے انیس سوالوں کے جوابات

از

حضرت مولانا صدیق احمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ)

ترتیب جدید وحاشیہ

محمد زید مظاہری ندوی

افادات اشرفیہ دوبگّا ہردوئی روڈ لکھنؤ

پس منظر

۹/ مئی ۱۹۷۲ء کو بانگھا محلہ میں نوجوان محلہ کی طرف سے جلسہ سیرت النبی ﷺ منعقد کیا گیا۔ جلسہ کو خطاب کرنے کے لئے حضرت مولانا صدیق احمد صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ ہتورا ضلع باندہ کو مدعو کیا گیا۔ جس میں مولانا موصوف تشریف لائے۔ جلسہ اپنے پروگرام کے مطابق شروع ہوا' درمیان تقریر جس وقت مولانا' اللہ کے آخری رسول ﷺ کی عظمت اور فضیلت بیان فرمارہے تھے کچھ لوگ جو اجتماعی طور پر خاص انداز سے آئے ہوئے تھے جن کا مقصد غالباً سیرت پاک کے بیان کو سننا نہ تھا بلکہ ایسے مقدس جلسہ کو درہم برہم کرنا تھا تھوڑی دیر بیٹھ کر خاص انداز سے جلسہ سے اٹھ کر تالیاں بجاتے ہوئے چلے گئے۔ لیکن مولانا موصوف بدستور سیرت وسنت اور تعلیمات نبوت بیان فرماتے رہے اور سامعین ہمہ تن گوش رہے۔

دوسرے روز صبح انہیں میں سے چند لوگوں نے مولانا موصوف کو ۱۹ سوالات تحریری طور پر دئے اور ان کے جوابات مانگے۔

یہ رسالہ "حق نما" انہیں سوالات وجوابات کا مجموعہ ہے چونکہ عوام الناس کا فائدہ وابستہ ہے اس لئے ہم اس کو کتابی شکل میں شائع کر رہے ہیں۔ تاکہ آئندہ مودہا اور اس کے قرب وجوار میں سے لغو پروپیگنڈہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے اور مسلمانوں میں اتحاد واتفاق قائم رہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معترضین کے سوالات

مولوی صدیق احمد صاحب چند سوالات حسب ذیل ہیں جوابات کی تمنار کھتے ہیں کہ آپ تسلی بخش جوابات سلیس مختصر مگر جامع تحریر فرمائیں گے۔

(۱) تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم مولوی اسماعیلؒ دہلوی کی اور فتاویٰ رشیدیہ مولوی رشید احمد گنگوہیؒ کی اور براہین قاطعہ مولوی خلیل احمدؒ انبیٹھوی کی اور تحذیر الناس مولوی قاسم نانوتوی کی اور حفظ الایمان مولوی اشرف علی تھانوی کی تصنیف کردہ ہیں یا نہیں؟

(۲) مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی خلیلؒ احمد انبیٹھوی و مولوی قاسمؒ نانوتوی و مولوی اشرف علی تھانویؒ پر ان کی کفری عبارت کی بنا پر علمائے حرمین طیبین نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور کھلم کھلا لکھ دیا ہے من شك فی كفرهم وعذابهم فقد كفر تو اس فتویٰ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کہ گستاخان انبیاء کو کافر کہا جاسکتا ہے کہ نہیں؟

(۳) مولوی نعمت اللہؒ نے عید الاضحیٰ ۱۳۹۲ھ کے دن عید گاہ میں لوگوں کو یقین دلایا کہ میں وہابی نہیں ہوں تو بقول نعمت اللہ کے یہ ثابت ہوا کہ وہابی کوئی برا فرقہ ہے۔ اور مولوی رشید احمد گنگوہیؒ اپنے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دین دار کو کہتے ہیں تو مولوی نعمت اللہؒ کا قول بہتر یا مولوی رشید احمد گنگوہیؒ کا۔ اور مولوی نعمت اللہؒ متبع سنت اور دین دار ہیں یا نہیں۔

(۴) لفظ رحمۃ للعالمین مخصوص آنحضرت ﷺ سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں؟

(۵) حضور انور ﷺ کو علم غیب ہے یا نہیں؟

(۶) حضور انور ﷺ حاضر و ناظر ہیں یا نہیں؟

(۷) حضور انور ﷺ قیامت کے دن شفاعت کرائیں گے یا نہیں؟

(۸) یارسول اللہ (ﷺ) دور دراز مقام سے کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(۹) حضور انور ﷺ کے چاہنے سے کچھ ہوتا ہے یا نہیں؟

(۱۰) حضور انور ﷺ کا خیال نماز میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۱) حضور انور ﷺ کا علم تمام مخلوقات سے زیادہ ہے یا نہیں؟

(۱۲) خاص ۱۲ ربیع الاول کے دن حضور انور ﷺ کی یادگار منانا، میلاد شریف کرانا فاتحہ دلانا و فاتحہ کی شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳) خاص کر ایام محرم میں شہادت نامہ پڑھنا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی یادگار منانا اور نوحہ کرنا اور شربت کی سبیل لگانا و فاتحہ دلانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۴) عرس بزرگان دین جائز ہے یا نہیں؟ اور عرس میں شرکت کرنا اور دور دراز سے سفر کر کے جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۵) کھانے کو سامنے رکھ کر فاتحہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۶) کھڑے ہو کر یا نبی سلام علیک پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۷) غوث پاک محی الدین عبد القادر جیلانیؒ و خواجہ صاحبؒ معین الدین چشتی و نظام الدینؒ محبوب الٰہی وغیرہم اولیاء اللہ ہیں یا نہیں؟

(۱۸) مفتیان عظام احمد رضا خاں صاحب اور مولانا عبد المصطفیٰ رضا خاں بریلوی و مولانا عبد الرشید فتح پوری و مولانا رفاقت حسین کانپوری وغیرہم برحق ہیں یا نہیں؟ اور ہم لوگ ان کی پیروی کریں یا نہ کریں؟

فقط وہاج الدین مصطفوی

رضوی قادری مودہا

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جواب

ازاحقر صدیق احمد بن سید احمد خادم جامعہ عربیہ ہتورا' باندہ(یوپی)

الحمد لله و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی ۔اما بعد!

جناب وہاج الدین صاحب آپ نے انیس سوالات لکھ کر مجھے دیۓ تھے جن کے جوابات نمبر وار درج کر رہا ہوں۔ آپ کی ہدایت کے مطابق جواب میں تطویل سے کام نہیں لیا۔البتہ تفصیل طلب جواب میں کچھ تفصیل ضرور ہے تاکہ اچھی طرح توضیح ہو جاۓ۔

اس کی پوری کوشش کی ہے کہ حق کی وضاحت میں قلم اپنی متانت و دیانت کو ضائع نہ کردے۔ آپ ان جوابات کو ٹھنڈے دل سے پڑھۓ اور بار بار پڑھۓ اور سمجھ کر پڑھۓ کہ آپ کا خیر خواہ اپنی متاع اخلاص کا ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے اور اللہ پاک کو اس پر گواہ کر رہا ہے کہ کسی غرض فاسد کو اصلاً اس میں دخل نہیں ہے۔وما توفیقی الا بالله والخیر بیدہ وھو یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

جواب نمبر ا

جن کتابوں کی نسبت جن مصنفین کی طرف آپ نے کی ہے۔ علاوہ صراط مستقیم کے درست ہے 'صراط مستقیم مولانا اسماعیل شہید دہلوی کی تصنیف نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا منظورؒ نعمانی صاحب اپنی کتاب "حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور معاندین اہل بدعت کے الزامات" کے ص ۱۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"پہلے یہ بات معلوم کرنا نہایت ضروری ہے کہ "صراط مستقیم" حضرت

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ بلکہ ان کے پیر و مرشد حضرت سید احمد کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کو حضرت شاہ صاحب نے صرف ترتیب دیا ہے' چنانچہ اس کے دیباچہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

دوسری بات یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ صراط مستقیم میں کل چار باب ہیں جن میں سے باب اول اور باب چہارم تو حضرت شہید علیہ الرحمۃ کے مرتب کردہ ہیں اور باب دوم و باب سوم کو حضرت مولانا عبدالحی صاحب کے داماد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے ترتیب دیا ہے' گویا ان میں شاہ صاحب کی ترتیب کو بھی دخل نہیں ہے۔

سوال نمبر ۲

اکابر علماء دیوبند کی تکفیر سے متعلق سوال و جواب

سوال:- مولوی رشید احمد گنگوہیؒ و مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی قاسم نانوتوی و مولوی اشرف علی تھانویؒ پر ان کی کفریہ عبارت کی بنا پر علماء حرمین طیبین نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور کھلم کھلا لکھ دیا ہے من شك في كفرهم وعذابهم فقد كفر تو اس فتویٰ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے اور گستاخان انبیاءؑ کو کافر کہا جاسکتا ہے کہ نہیں۔

(جواب) اس سوال میں جن حضرات کا نام لے کر آپ نے لکھا ہے کہ ان کی کفریہ عبارتوں کی بناء پر علماء حرمین طیبین نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور مجھ سے دریافت کیا ہے کہ اس فتویٰ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جن حضرات کی کتابوں کا آپ نے تذکرہ کیا ہے یہ سب کتابیں اردو

زبان میں ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے ان کتابوں کی عبارت میں تغیر و تبدل کر کے اس طرح کا مطلب بیان کیا جس سے کفر ثابت ہوتا ہے اور اردو ہی میں پہلے اپنا فتویٰ شائع کیا کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ لیکن ہندوستان کے لوگ ان حضرات کو جانتے تھے ان کی خدمات اور شب و روز کی زندگی ان کے سامنے تھی' دین کے واسطے جو قربانیاں وہ دے رہے تھے' وہ سب پر عیاں تھیں۔ ہر وقت قال اللہ و قال الرسول سے ان کی مجلسیں گرم رہتی تھیں۔ مسلمانوں کی ملی' قومی' مذہبی خدمات کے ساتھ غیر مسلموں سے تقریری و تحریری مناظرے' قرآن پاک' تفسیر' حدیث' فقہ وغیرہ علوم کا درس اور ان کی اشاعت یہ مشاغل زندگی تھے۔ اس لئے اس فتویٰ کا کوئی اثر نہ ہوا اور یہ کوشش سعی لاطائل ثابت ہوئی۔

مولانا احمد رضا خاں نے جب اپنے فتویٰ کا یہ حشر دیکھا تو ایک دوسری تدبیر اختیار کی کہ ان کتابوں کی عبارت جو اردو زبان میں تھی اس کے بعض بعض اجزاء کو عربی عبارت میں اپنی منشاء کے مطابق منتقل کیا اور اس مفتریانہ دستاویز کو لے کر حجاز گئے وہاں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء کے پاس پہنچ کر فریاد کی کہ ہندوستان میں اسلام پر بڑا نازک دور آگیا ہے' مسلمانوں ہی میں سے بعض لوگ ایسے کفریہ عقائد رکھتے ہیں۔ ہم غرباء اس فتنہ کی بہت روک تھام کر رہے ہیں مگر اس کا کوئی اثر نہیں ہو رہا' ہم کو آپ کی مدد کی ضرورت ہے اس دیار اور یہاں کے رہنے والوں سے تمام مسلمانوں کو عقیدت ہے' اس لئے آپ حضرات اس فتویٰ پر دستخط کر دیں اور ان کو کافر لکھ دیں۔ آپ کی تصدیق ہندوستان کے مسلمانوں کو اس سیلاب میں بہنے سے روک سکتی ہے ورنہ سب کا ایمان خطرہ میں ہے حرمین کے علماء نے کہا کہ ان کی کتابیں تو اردو زبان میں ہیں اور ہم لوگ اردو نہیں جانتے یہ کیسے معلوم ہو کہ ان کا یہی مطلب ہے جو آپ کہہ رہے ہیں۔ مولانا احمد رضا خانصاحب

نے اللہ و رسول کا واسطہ دے کر کہا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اور جو کچھ علی منتقل کیا ہے یہی ان کا مطلب ہے۔ اس پر وہاں کے علماء نے اعتماد کر کے لکھا "اگر کسی شخص کے یہ عقائد ہوں تو وہ کافر ہے" لیکن بہت سے علماء کو مولانا احمد رضا خاں صاحب کی بات کا یقین نہ ہوا اور انہوں نے لفظ "اگر" کے ساتھ بھی کسی قسم کی تصدیق نہ کی۔ (پوری تفصیل الشہاب الثاقب میں ملاحظہ کیجئے)

اس جعلی فتویٰ کو لے کر مولانا احمد رضا خاں صاحب ہندوستان پہنچے اور اس کی اشاعت شروع کر دی اور پورے ملک میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ اس فتویٰ میں جن حضرات کو کافر کہا گیا تھا ان میں سے جو موجود تھے انہوں نے اس فریب کا پردہ چاک کر کے اصل حقیقت کو ظاہر کیا اور بیانات دیئے۔ السحاب المدرار' نزهة الخواطر' توضيح البيان' قطع الوتين یہ رسالے شائع کئے اور صاف صاف اپنے عقائد کا اظہار کیا کہ ہمارے عقائد اہل سنت والجماعت کے عقائد کے موافق ہیں۔ اور جن کفریہ عقائد کو ہماری طرف منسوب کیا جا رہا ہے ہم اس سے بری ہیں جس شخص کے یہ عقائد ہوں ہم خود اس کو کافر کہتے ہیں۔

ذرا انصاف کی نظر سے دیکھا جائے کہ جب یہ حضرات ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں تو کیا خود ہی اس کے مرتکب ہوں گے؟

جس طرح ہندوستان میں اس فتویٰ کی وجہ سے شور اور ہنگامہ تھا حرمین شریفین میں بھی اس کا چرچا جا بجا ہونے لگا' اس وقت وہاں کے علماء نے علمائے دیوبند سے تحقیق کی اور چھبیس سوالات عربی میں مرتب کر کے ان کے پاس بھیجے اور ان کا جواب طلب کیا۔ علماء دیوبند نے ان سب سوالوں کے جواب عربی میں تحریر کر کے علماء حرمین شریفین کی خدمت میں بھیجے اس وقت وہاں کے علماء کو حقیقت معلوم ہوئی اور لکھا کہ یہ حضرات ہر گز کافر نہیں۔ ان پر افتراء کیا گیا ہے جس سے یہ سب

بری ہیں۔ یہی عقیدے اہل سنت والجماعت کے ہیں۔ پھر اس کو علماء مصر' شام' حلب' دمشق کے پاس بھیجا گیا۔ ان سب نے لکھا کہ یہ ہر گز ہر گز کافر نہیں اور ان کا کوئی عقیدہ عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف نہیں' یہ سارے سوالات وجوابات ہندوستان و حرمین شریفین اور دوسرے ممالک اسلامیہ کے علماء کرام کی تصدیقات کے ساتھ عربی زبان میں تھیں اردو ترجمہ کے ساتھ ایک ضخیم رسالہ کی شکل میں "التصدیقات لدفع التلبیسات" کے نام سے شائع ہوا اور اس وقت سے اب تک یہ رسالہ بارہا چھپا۔ خدا کا خوف رکھنے والے اور حق کے طالب کے لئے اس سلسلہ میں یہی رسالہ بہت کافی ہے۔ آپ ضرور دیکھئے پوری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

ہمدردانہ اور منصفانہ گفتگو

اس کے علاوہ عقائد علمائے دیوبند کے نام سے اردو میں ایک رسالہ اسی قسم کا ہے اس کو بھی ملاحظہ کیجئے۔ دونوں طرف کی کتابیں آدمی کو دیکھنا چاہئے اور ہر شخص کا عقیدہ خود اس سے معلوم کرنا چاہئے دوسروں کی سنی سنائی باتوں کی بنا پر کسی کے بارے میں جو کچھ لکھ دیا اس کو دیکھ کر بد ظنی قائم کرنا مؤمن کا کام نہیں۔ حدیث شریف میں حضور اکرم ﷺ نے اس کو سختی سے منع کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ کسی مؤمن کے ساتھ بدگمانی نہ کیا کرو۔ فرمایا کہ جس شخص کو دیکھو کہ مسلمان کو کافر کہہ رہا ہے سمجھو کہ اس کے اندر ایمان نہیں اور فرمایا کہ جو شخص کسی کو کافر کہتا ہے اور وہ کافر نہیں ہے تو یہ کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ فقہ میں تصریح موجود ہے کہ اگر کسی شخص کی کسی بات میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ بھی ایمان کی نکلتی ہو تو اس کو کافر نہ کہو۔ خدا کا خوف رکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کو مولانا احمد رضا خاں صاحب بھی ولی اور بزرگ سمجھتے

ہیں۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ مولانا اشرف علی تھانویؒ کو حضرت حاجی امداد اللہؒ صاحب نے مرید کیا اور بعد میں خلافت عطا فرمائی اور اجازت دی کہ لوگوں کو بیعت کرو۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ ان سے بیعت ہوئے۔ ایک مرتبہ حاجی صاحب نے فرمایا کہ اگر اللہ پاک مجھ سے فرمائیں گے کہ کیا کما کر لائے ہو تو قاسم اور رشید کو پیش کر دوں گا۔ یہ میری کمائی ہے' اگر ان حضرات کو کافر کہا جاتا ہے تو حاجی امداد اللہ صاحبؒ جنہوں نے ان حضرات کو اپنا خلیفہ بنایا کیا وہ کافر ہونے سے بچ جائیں گے اور اس عقیدے کی بناء پر کہ جو ان حضرات کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور عذاب کا مستحق ہے کتنے لوگ اس کی زد میں آجائیں گے۔ ذرا چل پھر کر معلوم کیجئے' کتنی تعداد ایسی ملے گی جو ان کو کافر نہ کہے گی خود آپ اپنی بستی مودہا اور اس کے اطراف میں معلوم کریں گے تو شاید ہی کوئی بے باک اور دریدہ دہن ایسا ہو جو کافر کہہ دے بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اس عقیدے کی بنا پر خود مولانا احمد رضا خاں صاحب بھی کافر ہوئے جاتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ "امام الطائفہ اسماعیل دہلوی کے کفر کا فتویٰ نہیں دیتا یہی احوط ہے یہی درست ہے اسی پر اعتماد ہے۔ اسی پر عمل کرنا چاہئے"۔ (تمہید ایمان ۴۳ سبحن السبوح)

بتایئے ادھر فتویٰ میں یہ ہے کہ جو شخص ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور خود فرما رہے ہیں کہ اسماعیل دہلوی کو کافر نہ کہنا چاہئے۔ اور جب اسماعیل دہلوی کافر نہ ہوئے جو بقول احمد رضا خانصاحب ان سب کے سردار ہیں تو باقی حضرات بدرجہ اولیٰ کافر نہ ہوں گے۔ اس کا نتیجہ یہی نکلا کہ اگر یہ حضرات کافر ہیں تو مولانا احمد رضا خانصاحب بھی کافر ہوئے۔ ناعاقبت اندیشی کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ اچھا فتویٰ ہوا کہ جس نے سارے مسلمانوں پر چھری چلا دی۔

میرے بھائی! حقیقت یہ ہے کہ جن حضرات پر کفر عائد کیا جارہا ہے وہ ایسے نہیں ہیں انہوں نے دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ تفسیر ' حدیث ' فقہ ' تصوف ' سیرت ' تاریخ وغیرہ علوم میں بے شمار کتابیں عربی ' فارسی اور اردو میں لکھی ہیں۔ جن سے ہر طبقہ کے اور ہر مکتبہ خیال کے مسلمان فائدہ اٹھا رہے ہیں عرب عجم میں ان کے بالواسطہ اور بلاواسطہ تلامذہ اور ماننے والے کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔ ان کے کافر ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ کروڑہا مسلمان کافر ہوں گے۔

صرف ہندوستان میں ہی ہزاروں کی تعداد میں اس جماعت کے مدارس ' اسکول ' کالج ہیں جن میں لاکھوں بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ کیا یہ سب اور ان کے والدین رشتہ دار اور ان مدارس میں چندہ دینے والے ' ان اسکولوں اور کالجوں کے چلانے والے ان کی مدد کرنے والے اور ان کے دوست احباب سب کافر ہیں آخر پھر مسلمان کون ہوگا؟

میرے خیال میں ایسے لوگوں کے علاوہ (جن کا کاروبار ہی ان حضرات کو کافر کہنے پر اور لوگوں کو فریب دینے پر چلتا ہے) ساری دنیا کے مسلمان اس قسم کے فتووں سے کافر ہو جائیں گے اللہ پاک ہدایت دے۔

میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج اس پر فتن دور میں بھی تعلیم و تبلیغ تالیف و تصنیف کے ذریعہ اس جماعت کے لوگ جو کام کر رہے ہیں ان کے مدارس اور مراکز میں جا کر بچشم خود ملاحظہ کیا جائے۔ سارے ہندوستان کو چھوڑو صرف دہلی ' دیوبند ' سہارنپور ' ان ہی تین مقامات میں جا کر وہاں کے علماء کا درس سنا جائے ان کی مجلسوں میں بیٹھ کر کچھ دن رہ کر اچھی طرح جائزہ لیا جائے اور پھر فیصلہ کیا جائے کہ کیا یہ واقعی کافر ہیں یا ان کو کافر کہنے والے محض بغض و عناد اور حسد کی بناء پر افترا کر رہے ہیں۔ اگر خدا کا خوف دل میں ہو۔ حضور ﷺ کی تعلیمات سامنے

ہوں۔ آپ کے طریقہ پر عمل کرنے کا جذبہ ہو اور یہ اعتقاد ہو کہ حضور ﷺ کے طریقہ کے خلاف چل کر شفاعت سے محرومی ہو گی تو کبھی بھی اس قسم کی جرأت کوئی نہیں کر سکتا ہے۔

آپ نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ گستاخان انبیاء کو کافر کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس میں بھی دو رائیں ہو سکتی ہیں۔ ایسا شخص تو سب کے نزدیک کافر ہے لیکن وہ واقعی گستاخ ہو ایسا نہ ہو کہ کسی کو کافر کہنے کا فیصلہ کر لیا جائے اس لئے اس کو گستاخ ثابت کیا جائے۔

سوال نمبر ۳

وہابی فرقہ سے متعلق سوال وجواب

(سوال) مولوی نعمت اللہ نے عید الاضحیٰ ۱۳۹۲ھ کے دن عید گاہ میں لوگوں کو یقین دلایا کہ میں وہابی نہیں ہوں تو بقول نعمت اللہ کے یہ ثابت ہوا کہ وہابی کوئی برا فرقہ ہے اور مولوی رشید احمد گنگوہی اپنے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں۔اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دین دار کو کہتے ہیں تو مولوی نعمت اللہ کا قول بہتر یا مولوی رشید احمد گنگوہیؒ کا۔اور مولوی نعمت اللہ متبع سنت اور دین دار ہیں یا نہیں؟

(جواب) اس سوال میں آپ نے یہ اشکال کیا ہے کہ مولوی نعمت اللہ صاحب کے اس کہنے سے کہ "میں وہابی نہیں ہوں معلوم ہوتا ہے کہ وہابی کوئی برا فرقہ ہے"اور مولانا رشید احمد صاحبؒ کے قول سے کہ "اس وقت ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دین دار کو کہتے ہیں"۔معلوم ہوتا ہے کہ وہابیت اچھی چیز ہے۔

میرے بھائی! قطع نظر اس سے کہ حقیقت کیا ہے آپ کے اشکال کا جواب خود آپ کی عبارت ہی سے ہو جاتا ہے کہ اس لفظ کے اطلاق میں زمان اور مکان کے اعتبار سے عرف مختلف رہا ہے جس زمانے میں مولانا رشید احمد صاحبؒ تھے اس زمانے میں ان کے دیار میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہوں گے اور مولوی نعمت اللہ صاحب جس زمانے میں ہیں ان کے دیار میں اور ان کے مخاطبین کے نزدیک وہابی کی تصویر بری ہو گی اس لئے مولوی نعمت اللہ صاحب نے کہا کہ مجھ کو وہابی کہہ کر جس بری تصویر کا مظہر قرار دیا جارہا ہے میں اس کا مصداق نہیں

ہوں۔ لہٰذا ان دونوں قولوں میں کوئی تعارض نہیں ہوا جس سے اشکال لازم آئے۔ یہ تو آپ کے سوالوں کا جواب تھا۔ اب واقعہ سنئے کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہابی کہنے والے نہ تو اس لفظ کو اچھا سمجھ کر کہتے ہیں اور نہ وہی لوگ اچھا سمجھتے ہیں جن کو وہابی کہا جاتا ہے۔ کہنے والے تو یہ سمجھ کر کہتے ہیں کہ وہابی اور کافر دونوں مترادف لفظ ہیں لہٰذا جس کو وہابی کہا گیا اس کو کافر کہا اور ظاہر ہے کہ جب کہنے والے کے نزدیک وہابی اور کافر دونوں ایک ہی ہیں تو کون مسلمان اس کو گوارا کرے گا کہ اس کو وہابی کہا جائے؟ حیرت تو یہ ہے کہ اس لفظ کا اطلاق علماء دیوبند اور ان کے ماننے والوں پر کیا جاتا ہے حالانکہ علماء دیوبند نے فرقہ وہابیہ کا رد کیا ہے تفصیل کے لئے "الشہاب الثاقب" دیکھئے مگر جہالت اور تعصب کا برا ہو باوجود اپنی برأت کے اعلان کے لوگ ان کو وہابی کہنے سے باز نہیں آتے۔ اور اس افتراء پردازی ہی میں اپنی وجاہت کی بقا اور سامان تن پروری سمجھتے ہیں۔

آپ نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ مولوی نعمت اللہ دیندار اور متبع سنت ہیں یا نہیں؟ اس کے متعلق عرض ہے کہ دیندار اور اتباع سنت کا تعلق عمل سے ہے جو شخص شریعت کی پابندی کرتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے طریقہ پر چلتا ہے اس کو دیندار اور متبع سنت کہیں گے۔ یہی معیار مولوی نعمت اللہ کے لئے ہوگا۔

جواب سوال نمبر ۴ (۱)

جو شخص منکر قرآن وحدیث ہو اس کے کفر میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے لیکن کسی کو کافر کہنے کے لئے قرآن وحدیث کے انکار کا الزام اس پر زبردستی عائد نہ کیا جائے بلکہ دیکھا جائے اور تحقیق کر لی جائے کہ واقعۃً اس نے انکار کیا ہے تب اس پر فتویٰ لگایا جائے۔

رحمۃ للعالمین حضور ﷺ کے علاوہ دوسرے کو کہہ سکتے ہیں یا نہیں

سوال نمبر ۵: لفظ رحمۃ للعالمین مخصوص آنحضرت ﷺ سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں؟

(جواب) حقیقتاً اور بالذات تو حضور ﷺ ہی رحمۃ للعالمین ہیں۔ مجازاً اور بالعرض اگر کسی اور کے لئے اس کا اطلاق کیا گیا ہو تو مجھے معلوم نہیں۔

(اضافہ)

معترض کا اعتراض

ہر خوبی وکمال حقیقۃً اور بالذات اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے خاص ہے اللہ تعالیٰ جیسی صفت بالذات کسی بھی مخلوق میں ماننا شرک ہے۔ آپ نے "حق نما" کے صفحہ ۱۸ پر حقیقۃً اور بالذات حضور ﷺ کو "رحمۃ للعالمین" مانا ہے کہئے! آپ اپنے اس قول وفعل سے مشرک ہوئے یا نہیں؟ اگر مشرک ہوگئے تو پھر مسلمان

(۱) اس جواب کا سوال اصل نسخہ میں نہیں ملا۔ یہی وجہ ہے کہ جملہ سوالات کی تعداد ۱۸ ہوتی ہے جبکہ جوابات ۱۹ کی تعداد میں ہیں۔

کہلانے کے لئے توبہ کے ساتھ تجدید ایمان' تجدید نکاح وغیرہ کا شائع کردہ پرچہ پیش کریں۔

اعتراض کا جواب

حق نما ص ۱۸ پر جو عبارت ہے وہ سائل کے اس سوال کے جواب میں ہے۔ سوال کے الفاظ یہ ہیں کہ "لفظ رحمۃ للعالمین" مخصوص آنحضرت ﷺ سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں؟ اسی کا جواب ان الفاظ میں دیا گیا ہے کہ حقیقتاً اور بالذات تو حضور ﷺ ہی رحمۃ للعالمین ہیں مجازاً اور بالعرض اگر کسی اور کے لئے اس کا اطلاق کیا گیا ہو تو مجھے معلوم نہیں۔ اس پر آپ کا اعتراض ہے کہ حضور ﷺ کے لئے آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ "حقیقتاً اور بالذات رحمۃ للعالمین حضور اکرم ﷺ ہیں"۔ اس سے آپ مشرک ہوئے تجدید ایمان کیجئے' تجدید نکاح کیجئے اور اس کا شائع کردہ پرچہ پیش کیجئے' اس کے متعلق عرض ہے کہ سائل کے الفاظ پر آپ غور کریں اس کا منشاء یہ ہے کہ رحمۃ للعالمین صرف حضور اکرم ﷺ کو کہا جائے یا دوسرے لوگوں کو بھی رحمۃ للعالمین کہہ سکتے ہیں۔ میں نے اس کا جواب دیا ہے' جس کا حاصل یہ ہے کہ حقیقت کے اعتبار سے تو حضور ﷺ ہی رحمۃ للعالمین ہیں۔ اگر کسی کو کہا بھی جائے گا تو وہ حضور ﷺ کے تابع ہو کر کہا جائے گا۔ لیکن حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور شخص کو رحمۃ للعالمین کہا گیا ہے مجھے اس کا علم نہیں۔

اس کا استشہاد قرآن پاک کی اس آیت سے ہے۔ ارشاد باری ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اس میں پروردگار عالم نے حضور ﷺ کو حصر کے ساتھ رحمۃ للعالمین کہا

ہے آپ خود فیصلہ کریں کہ پروردگار کے ارشاد پر عمل کیا جائے اور حضور اکرم ﷺ کو رحمۃ للعالمین کہا جائے' اور اس کے مطابق عقیدہ رکھا جائے یا آپ کی بات پر عمل کیا جائے اور حضور ﷺ کو رحمۃ للعالمین نہ کہا جائے ورنہ کہنے والا مشرک ہو جائے گا۔ اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ تجدید ایمان کرنا پڑے گا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو پروردگار کی بات نہ مانے اس کا انکار کرے' قرآن پاک کی آیت کا انکار کرے' حضور اکرم ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا انکار کرے وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہو جائے گا۔ اس کو توبہ کرنی چاہئے اور تجدید ایمان تجدید نکاح کرنا چاہئے۔

حضور ﷺ کو علم غیب ہے یا نہیں اور آپ

حاضر وناظر ہیں یا نہیں

سوال نمبر:-(۶) حضور انور ﷺ کو علم غیب عطائی ہے یا نہیں؟

سوال نمبر:-(۷) حضور ﷺ حاضر وناظر ہیں یا نہیں؟

(جواب) ان دونوں سوالوں کے جواب سے قبل کچھ آیات واحادیث تحریر کررہاہوں فیصلہ آپ خود کرلیں۔

(۱) قُلْ لاَ اَقُوْلَ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ وَلَااَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَا اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ اَنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحیٰ اِلَیَّ (ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف وحی الٰہی کی اتباع کرتا ہوں۔

(۲) وَلَوْکُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتَ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْءُ (ترجمہ) اور اگر میں غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کرلیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

(۳) لَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُو (ترجمہ) آپ کے رب کے لشکر کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۴) قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلاَّ اللّٰہ (ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ آسمان اور زمین کے رہنے والوں میں سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا۔

(۵) وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَابِکُمْ۔ تفسیر جامع البیان اور کمالین میں ہے ای لا ادری حالی وحالکم فی الدارین علی التفصیل اذلا ادعی الغیب۔

یعنی دارین میں تمہارا اور اپنا حال میں تفصیلی طور نہیں جانتا کیونکہ میں غیب کے جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔ والعلم المحیط لیس الا لِللّٰہ یعنی سب چیزوں کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔

تفسیر علامہ نیشاپوری میں بھی ایسا ہی ہے۔ روح المعانی میں ہے۔

اللام فی الغیب للاستغراق وھو ﷺ لا یعلم کل الغیب۔ یعنی "الف لام "لفظ "الغیب" میں استغراق کا ہے اور حضور ﷺ تمام غیب نہیں جانتے تھے۔

الاحادیث

(۱) صحیح بخاری صحیح مسلم، سنن ابوداؤد وغیرہ میں آنحضرت ﷺ سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا جو مسجد میں جھاڑو لگایا کرتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اس کو نہ دیکھا تو دریافت کیا عرض کیا گیا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا افلا کنتم آذیتمونی؟ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ کی اس کے بعد ارشاد فرمایا دلونی علی قبرھا۔فدلہ فصلی علیہ ۔ مجھے اس کی قبر بتلاؤ چنانچہ قبر بتائی گئی اور آپ نے اس پر نماز پڑھی۔

(۲) سنن نسائی میں حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک دن حضور اکرم ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے کہ ایک نئی قبر پر نظر پڑی حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں شخص کی کنیز کی قبر ہے۔ دوپہر میں اس کا انتقال ہو گیا تھا اور حضور چونکہ قیلولہ فرمارہے تھے۔ روزے سے بھی تھے اس لئے ہم نے اطلاع دینا مناسب نہیں سمجھا۔ حضور ﷺ کھڑے ہوئے لوگوں نے آپ کے پیچھے صف باندھی اور

حضور ﷺ نے نماز پڑھائی پھر ارشاد فرمایا۔ لایموت فیکم میت مادمت بین ظهرانیکم الا آذنتمونی فان صلوٰتی له رحمة۔ جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو تو جب تک میں تمہارے درمیان موجود ہوں مجھے ضرور اطلاع دے دیا کرو کیونکہ میری نماز اس کے واسطے رحمت ہے۔

(۳) صحیح بخاری اور سنن اربعہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ غزوۂ احد میں شہدائے احد میں سے دو دو کو ایک قبر میں دفن فرماتے تھے اور قبر میں اتارتے وقت لوگوں سے دریافت فرماتے تھے کہ ان دونوں میں کون زیادہ قرآن حاصل کرنے والا ہے جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر دیا جاتا تو آپ اس کو لحد میں پہلے اتارتے تھے۔

(۴) صحیح مسلم اور نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک قبر سے کچھ آواز سنی۔ فرمایا یہ شخص کب مرا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، دور جاہلیت میں۔

(۵) مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں پنیر حاضر کیا گیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کہاں کا تیار شدہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا فارس کا۔

(۶) ابوداؤد شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آئے اور درخواست کی کہ مقام مآرب میں جو شورزمین ہے وہ مجھ کو عنایت فرمائی جائے۔ حضور ﷺ نے ان کو دے دیا جب وہ واپس چلے گئے۔ عرض کیا گیا اتدری ماقطعت له یا رسول اللّٰه ' انما قطعت له الماء۔ کیا آپ کو معلوم ہے آپ نے ان کو کیا دے دیا آپ نے ان کو بنا بنایا پانی جو بلا کدوکاوش کے نمک بن سکتا ہے دے دیا ہے تو حضور ﷺ نے ان سے وہ زمین واپس لے لی (کیونکہ اس

میں عام لوگوں کا نفع وابستہ تھا)

(۷) ابوداؤد شریف میں ہے ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بخار تھا اور مسجد کے ایک کونے میں پڑے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کسی نے دوسی جوان (ابوہریرہؓ) کو دیکھا ہے؟ آپ نے تین مرتبہ فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا حضرت وہ بخار میں مبتلا ہیں اور مسجد کے گوشے میں لیٹے ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر اپنا دست مبارک ان پر رکھا۔

(۸) مصنف ابن ابی شیبہ میں عبدالرحمٰن بن الازہر سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے سال دیکھا اور اس وقت میں جوان تھا کہ آپ خالد بن الولید کا پتہ دریافت کر رہے تھے۔

(۹) قرآن پاک کی آیت فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا۔ اہل قبا کی شان میں جب نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے اہل قبا سے دریافت فرمایا کہ تمہاری وہ کیا خاص طہارت ہے جس کی تعریف خداوند تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں فرمائی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم استنجا میں ڈھیلے کے ساتھ پانی کا بھی استعمال کرتے ہیں۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا۔ ان کے پاس بھنی ہوئی گوہ کا گوشت رکھا تھا۔ کھانے کے وقت حضور ﷺ کی خدمت میں اس کو پیش کیا گیا۔ آپ نے دست مبارک اس کی طرف بڑھایا تو ایک عورت نے کہا حضور ﷺ کو بتلادو کہ سامنے کیا ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ یہ گوہ کا گوشت ہے تو آنحضرت ﷺ نے اپنا دست مبارک اٹھالیا۔

نتیجہ

☆ حدیث اول ودوم میں:- حضور ﷺ کو عورت کا حال معلوم کرنا اس کے بعد قبر دریافت کرنا اور پھر یہ فرمانا کہ آئندہ جب کسی کا انتقال ہو تو مجھے اطلاع کردیا کرو۔

☆ حدیث سوم میں:- یہ دریافت کرنا کہ ان میں قرآن کس نے زیادہ حاصل کیا ہے۔

☆ حدیث چہارم میں:- معلوم کرنا کہ کب مرا ہے۔

☆ حدیث پنجم میں:- پنیر کے بارے میں دریافت کرنا یہ کہاں کا بنا ہوا ہے؟

☆ حدیث ششم میں:- زمین کا پہلے دے دینا' بعد میں ایک صحابیؓ کے کہنے سے حقیقت حال معلوم ہونے پر واپس کرلینا۔

☆ حدیث ہفتم میں:- مسجد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنا اس پر ایک صحابیؓ کا بتانا کہ مسجد کے گوشہ میں ہیں۔

☆ حدیث ہشتم میں:- حضرت خالد کے گھر کا پتہ معلوم کرنا۔

☆ حدیث دہم میں:- ضب یعنی گوہ کے گوشت کی طرف ہاتھ بڑھانا اور پھر معلوم ہونے پر ہاتھ کھینچ لینا۔

☆ مندرجہ بالا آیات واحادیث سے نکلنے والے نتائج پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کیجئے کہ حضور اکرم ﷺ عالم الغیب اور حاضر وناظر ہیں یا نہیں۔

ان کے علاوہ بہت سی آیات واحادیث ہیں جو اس عقیدہ کے معارض ہیں۔

مناظرہ دربارہ علم غیب[1]

آج کا مناظرہ اس پر ہے کہ رسول خدا ﷺ عالم الغیب تھے یا نہیں؟
اہل بدعت کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ عالم الغیب تھے' عالم کا کوئی ذرہ آپ پر مخفی نہ تھا جس وقت سے آپ کا وجود ہوا انسانوں سے لے کر چیونٹی تک کے روز مرہ کے واقعات اور ہر نقل و حرکت کے آپ عالم تھے اگر کوئی شخص ایسا عقیدہ نہیں رکھتا وہ رسول کی بہت بڑی توہین کرتا ہے اور وہ اسلام سے خارج ہے۔(۱)

علم غیب کی بابت بریلویوں کا عقیدہ

(۱) احمد رضا خاں صاحب نے تصریح فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو نیز اولیا کرام ماکان وما یکون اور پوری کائنات کا علم تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ "حضور ﷺ کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور کے غلاموں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں وہ مرد نہیں جو تمام دنیا کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے قصیدہ غوثیہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

نظرت الی بلاداللّٰہ جمعاً کحزولة علی حکم اتصال

یعنی میں نے اللہ کے تمام شہروں کو مثل رائی کے دانے کے ملاحظہ کیا اور یہ دیکھنا کسی خاص وقت سے خاص نہ تھا بلکہ علی الاتصال یہی حکم ہے اور فرماتے ہیں کہ میری آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں لگی ہے۔ لوح محفوظ کیا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر بڑی چھوٹی چیز لکھی ہوئی ہے۔

لا رطب ولا یابس الافی کتاب مبین ۔ کوئی (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] حضرت کی تحریروں میں ایک تحریر اسی عنوان سے ملی تھی اس لئے موضوع کی مناسبت سے اس کو یہاں لاحق کردیا۔ (مرتب)

ہم اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ اللہ پاک نے حضور ﷺ سے افضل نہ کسی کو پیدا کیا ہے اور نہ کرے گا۔ کوئی کمال جو کسی مخلوق میں ہو سکتا ہے وہ سب کے سب حضور ﷺ کے اندر موجود ہیں۔

علم غیب کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ رسالت کے لئے جن علوم غیبیہ کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی کامل طور پر آپ کو مرحمت فرما دیئے گئے۔ لیکن بایں ہمہ آپ کو عالم الغیب نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ یہ عقیدہ قرآن اور احادیث کے صریح خلاف ہے چنانچہ آپ کے سامنے قرآن پاک کی آیات اور احادیث پیش کی جائیں گی جس سے اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ کس طرح اس میں دجل اور تلبیس کی گئی ہے۔ اس میں سب سے بڑی دسیسہ کاری عوام کو گمراہ

(گذشته صفحه کابقیه) تر و خشک ایسا نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو تو جب لوح محفوظ کی یہ حالت کہ اس میں تمام کائنات روز اول سے روز آخر تک محفوظ ہیں تو جس کو اس کا علم ہو بے شک اسے ساری کائنات کا علم ہو گا۔ (الملفوظ، ص ۲۶، ج ۲)

ایک صاحب نے احمد رضا خاں صاحب سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کو ما کان وما یکون کا علم کیسے کہا جا سکتا ہے جبکہ قرآن کہتا ہے سنقرئك فلا تنسىٰ الا ماشاء الله ہم تم کو پڑھا دیں گے پھر تم نہ بھولو گے مگر جو اللہ چاہے اس سے لازم آتا ہے کہ ماشاءاللہ کا علم حضور کو نہ رہا حالانکہ وہ ما کان و ما یکون میں سے ہے اس کے جواب میں احمد رضا صاحب فرماتے ہیں۔

ارشاد:۔ ماشاء اللہ کس کی نسبت فرمایا گیا ہے آیات الہی کی نسبت کلام ہے اور آیات الہی صفت الٰہی ہے اور وہ قدیم ہے۔ ماکان وما یکو نمیں داخل نہیں۔ ماکان وما یکون تو ان حوادث کا نام ہے جو اول روز سے آخر روز تک ہوئے اور ہوں گے۔ (الملفوظ حصہ سوم، ص ۲۲۵ مطبوعہ کانپور)

مولوی احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں ہم اہلسنت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو علم غیب عنایت فرمایا اور وہابیہ دیوبندیوں کا یہ خیال ہے کہ کسی غیب کا علم حضور کو نہیں اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں بلکہ حضور کے لئے علم غیب ماننا شرک ہے اور شیطان کی وسعت علم نص سے ثابت ہے اور اللہ کے دیئے سے بھی حضور کو علم غیب حاصل نہیں ہو سکتا برابری تو در کنار۔ (الملفوظ حصہ اول، ص ۳۵)

کرنے کے لئے یہ کی جاتی ہے کہ عالم الغیب ہونا صفت کمال ہے اور کمال کی نفی میں حضور ﷺ کی توہین ہے۔ اس کا ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ جو صفت جس کے لئے کمال ہے اس سے نفی کرنے میں اس کی بے شک توہین ہے' اور جس کے لئے کمال نہیں اس سے نفی کرنے میں توہین نہیں۔ عالم الغیب ہونا اللہ پاک کے لئے کمال ہے نہ کہ حضور ﷺ کے لئے' حضور کے لئے تو اللہ پاک کے واسطے اس صفت کا لوگوں سے اقرار کرانا کمال ہے نہ کہ خود اپنے لئے مدعی ہونا۔

اگر اہل بدعت کے اس کلیہ کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر رزّاق ہونا' محی اور ممیت ہونا بھی کمال ہے' ان تمام صفات کو بھی حضور کے لئے مانا جائے ورنہ کمال کی نفی سے حضور ﷺ کی توہین لازم آئے گی جس سے آدمی اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اسی طرح رسول اور پیغمبر ہونا بھی کمال ہے لہٰذا کم از کم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسی عظیم شخصیت کو اس کے ساتھ ضرور متصف ماننا چاہئے ورنہ ان کی بہت توہین ہو گی۔

میرے پیارے بھائیو! سنیو! اہل بدعت کو رسول سے نہ کوئی عقیدت ہے اور نہ محبت' رسالت کے دشمنوں کو رسول سے کسی طرح محبت نہیں ہو سکتی۔ یہ عقیدہ بھی رسول کی دشمنی میں ایجاد کیا گیا ہے اور نعوذ باللہ حضور کو چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر آپ دعویٰ رسالت کرتے ہیں تو اپنا عالم الغیب ہونا ثابت کیجئے۔ جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو گا ہم کسی طرح بھی رسول ماننے کے لئے تیار نہیں اور یہ حقیقت ہے کہ آپ سے جگہ جگہ قرآن پاک میں اور احادیث میں اس کا انکار موجود ہے۔ آپ نے عالم الغیب ہونے سے برأت ظاہر کی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

(۱) قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللّٰہ

(۲) قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب

(آگے وہی آیات واحادیث ہیں جو ماقبل میں گزر چکی ہیں)

مسامرۃ میں محقق ابن ہمام اور شرح عقائد نسفیہ میں علامہ تفتازانی اور شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے لکھا ہے۔

اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ماعلمهم الله احیانا وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی ﷺ یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الااللّٰہ

(ترجمہ) تم کو یقین کر لینا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام غیب کی باتیں کچھ بھی نہیں جانتے سوائے ان باتوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے گاہ بگاہ بتادیا، اور فقہاء احناف نے صاف تصریح فرمادی ہے کہ ایسا شخص جو حضور ﷺ کے لئے علم غیب ہونے کا عقیدہ رکھے کافر ہے کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے فرمان قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الااللّٰہ کے بالکل خلاف ہے۔(۱)

علم غیب کی حقیقت

غیب کے دو معنیٰ ہیں حقیقی، اضافی، حقیقی وہ جس کے علم کا کوئی ذریعہ نہ ہو، یہ خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور عبد کے لئے اس کا حصول محال شرعی و عقلی ہے، اضافی وہ جو کسی ذریعہ سے بعض کو معلوم کرادیا جائے اور بعض کو پوشیدہ رکھا جائے یہ عبد کے لئے بھی باعلام الٰہی حاصل ہو سکتا ہے۔

(امداد الفتاویٰ، ص ۴۴، ج ۵)

علم غیب کے سلسلہ میں علماء بریلوی سے صاف صاف باتیں

از فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

پہلے یہ طے کر لیا جائے کہ (بریلوی حضرات رسول اللہ ﷺ کے لئے) علم غیب کلی مانتے ہیں یا جزئی مانتے ہیں اگر جزئی مانتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں (ہم بھی اس کے قائل ہیں) اور اگر کلی مانتے ہیں تو ہم سوال کرتے ہیں کہ علم غیب کلی حضور ﷺ کو کب عطاء ہوا۔ ولادت شریفہ سے قبل یا عین ولادت کے وقت یا اس کے بعد نبوت سے پہلے یا نبوت کے بعد یا انتقال کے وقت آخری سانس میں اگر وہ کہیں کہ آخری سانس میں عطاء ہوا تو قطع نظر اس سے کہ اس کا فائدہ کیا ہوا ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کا دعویٰ ایجاب کلی کا ہے (یعنی کلی علم غیب کا ہے) جس کے رفع کے لئے سلب جزئی کافی ہے۔ (یعنی ایک واقعہ کا بھی علم نہ ہونے سے کلی علم نہ رہے گا) مثلاً بخاری شریف ج ۲ ص ۹۷۴ میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ حوض پر ہوں گے آپ کی طرف سامنے سے کچھ لوگ آتے ہوں گے کہ اچانک ان کو وہاں سے ہٹا دیا جائے گا۔ حضور اقدس ﷺ فرمائیں گے کہ یہ تو میرے آدمی ہیں ان کو میرے پاس آنے دیا جائے اس پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جواب دیا جائے گا اِنَّكَ لَاتَدْرِیْ مَا اَحْدِثُوْا بَعْدَكَ یعنی آپ کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی نئی باتیں پیدا کیں۔ اس پر حضور ﷺ ارشاد فرمائیں گے دوری ہو دوری ہو ان کے لئے جنہوں نے میرے بعد دین میں نئی چیزیں پیدا کیں"۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۹۷۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کو علم غیب کلی عطاء نہیں کیا گیا ورنہ آپ علیہ السلام کو ان لوگوں کے احداث فی الدین (دین میں نئی باتیں پیدا کرنے) کا ضرور علم ہوتا۔

اسی طرح بخاری شریف ج ۲ ص ۹۷۱ پر حدیث شفاعت میں ہے کہ

جب لوگ بعض انبیاء علیہم السلام سے سفارش کی درخواست کرتے ہوئے ان کے انکار کردینے پر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حق تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر پڑیں گے' حق تعالیٰ فرمائیں گے اشفع تشفع کہ سفارش کیجئے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔

حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ میں سجدہ سے سر اٹھاؤں گا فَاَحْمَدُ رَبِّیْ بِتَحْمِیْدٍ یُعَلِّمُنِیْ اپنے رب کی ایسے کلمات سے حمد کروں گا جن کا علم مجھ کو اسی وقت دیا جائے گا۔ بخاری شریف ج ۲ ص ۶۵۸ پر یہ الفاظ ہیں ثم یفتح الله علی من محامده وحسن الثناء علیه شیاء لم یفتحه علی احد قبلی' یعنی حق تعالیٰ شانہ اپنی حمد وثنا کے لئے مجھ کو ان کلمات کا علم عطا فرمائیں گے جن کا علم مجھ سے پہلے کسی کو نہ دیا ہوگا۔

اس سے بھی علم غیب کلی کی نفی صاف ظاہر ہے ورنہ ان کلمات حمد کا آپ کو اس وقت علم ہونے کا کیا مطلب؟ (ملفوظات فقیہ الامت ص ۱۳۸ قسط سابع)

عالم الغیب والشہادۃ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے

ہمارا دعویٰ ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے کسی اور پر کبھی کہیں اس کا اطلاق ہوا ہی نہیں' یہ ہے ہمارا دعویٰ اس کے خلاف کوئی چیز ہو تو پیش کرو' اللہ تعالیٰ کے جو اسمائے صفاتیہ ہیں بعض ایسے نکلے ہیں کہ ان کا اطلاق دوسروں پر بھی آتا ہے گو کسی معنی کر سہی مثلاً سمیع ہے بصیر ہے قرآن پاک میں ہے فجعلناه سمیعاً بصیراً (یعنی ہم نے انسان کو سمیع بصیر بنایا) ہر انسان کو سمیع وبصیر کہہ دیا حالانکہ سمیع وبصیر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

(اسی طرح) عالم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے بندہ پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے (بندہ) علیم ہے حلیم ہے رشید ہے' انك لانت الحلیم الرشید' شکور وصبور اللہ تعالیٰ

کے نام بھی ہیں اور بندوں پر بھی ان کا اطلاق آیا ہے لیکن عالم الغیب یا عالم الغیب والشہادۃ ایسا ہے جیسا خالق السموات والارض اور خالق السموات والارض ایسی صفت خاصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی پر اس کا اطلاق ہوا ہی نہیں۔ اسی طرح عالم الغیب والشہادۃ یا عالم الغیب ایسی صفت ہے کہ اللہ کے سوا کسی پر اس کا اطلاق ہوا ہی نہیں اس سے بحث ہی نہیں کہ حضور ﷺ کے پاس کتنا علم تھا۔ اور ملفوظات میں صاف طور سے مولانا احمد رضا خاں نے تصریح کی ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا منع ہے۔

(ملفوظات فقیہ الامت ص ۱۳۳ تا ۱۳۵ قسط سابع)

شرعی دلیل

فرمایا فقہاء نے لکھا ہے کہ رزق الامیر الجند (یعنی امیر نے لشکر کو رزق دیا) تو کہنا جائز ہے مگر الامیر رازق (کہ امیر رازق ہے) کہنا ناجائز ہے۔ رزاق کا لفظ نصوص (قرآن وحدیث) میں صرف اللہ تعالیٰ شانہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے لہٰذا اس لفظ کا استعمال مخلوق کے لئے ناجائز ہے۔

اسی طرح نصوص کے اندر بعض مغیبات کے متعلق یہ ثابت ہے کہ ان کا علم حضور ﷺ کو بھی ہے (یعنی آپ کو بعض غیب کی باتوں کا علم دیا گیا تھا) اور ایسے علم کی نسبت حضور ﷺ کی طرف جائز ہے مگر اس کے باوجود حضور ﷺ کے متعلق نصوص (قرآن وحدیث) میں عالم الغیب کا لفظ کہیں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ حدیث میں حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ ایک موقع پر جب بچیاں خوشی میں اشعار پڑھتی تھیں ان اشعار میں ایک شعر یہ پڑھا وفینا نبی یعلم ما فی غد (یعنی ہمارے درمیان ایک ایسے نبی ہے جو کل کی بات جانتے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے اس سے منع فرمادیا (مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۲۷۱)

لہٰذا عالم الغیب کے لفظ کا استعمال صرف حق تعالیٰ کے لئے مخصوص ہوا

اور مخلوق کے لئے اس لفظ کا استعمال ناجائز ہو۔ کیونکہ مخلوق کے لئے اس لفظ کے استعمال کرنے سے ایہام ہے جیسے ایہام کی وجہ سے مخلوق کے لئے رزاق کا لفظ استعمال ناجائز ہوا تھا اسی طرح مخلوق کے لئے لفظ عالم الغیب کا استعمال بھی ایہام کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ (افاضات الیومیہ ج۱۰ص ۱۴۹۔۱۵۰قسط۱)

خلاصہ کلام

از مفسر قرآن علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

کل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں اور نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات بدون عطاء الٰہی کے ہو سکتا ہے اور نہ مفاتیح غیب (غیب کی کنجیاں) اللہ نے کسی مخلوق کو دیں (کما قال اللہ تعالیٰ وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو) ہاں بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرمادیایا غیب کی خبر دے دی لیکن اتنی بات کی وجہ سے قرآن وسنت نے کسی جگہ ایسے شخص پر "عالم الغیب" یا "فلان یعلم الغیب" کا اطلاق نہیں کیا بلکہ احادیث میں اس پر انکار کیا گیا ہے۔

کیونکہ بظاہر یہ الفاظ اختصاص علم الغیب بذات الباری کے خلاف موہم ہوتے ہیں اسی لئے علماء محققین اجازت نہیں دیتے کہ اس طرح کے الفاظ کسی بندے پر اطلاق کئے جائیں گو لغۃً صحیح ہوں۔ جیسے کسی کا یہ کہنا کہ ان اللہ لا یعلم الغیب کہ اللہ کو غیب کا علم نہیں گو اس کی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے کوئی چیز غیب ہی نہیں (لیکن) سخت ناروا اور سوء ادب ہے۔ اسی طرح فلاں یعلم الغیب (کہ فلاں غیب کو جانتا ہے) وغیرہ الفاظ کو سمجھ لو۔ (تفسیر عثمانی سورۂ نمل)

حضور ﷺ قیامت کے روز شفاعت فرمائیں گے یا نہیں

سوال نمبر ۸:- حضور انور ﷺ قیامت کے دن شفاعت کرائیں گے یا نہیں؟
(جواب) بے شک حضور ﷺ اللہ پاک کی اجازت سے شفاعت فرمائیں گے بلکہ بعض انواع شفاعت تو ایسی ہیں کہ حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لئے ان کی اجازت نہ ہوگی۔ حضور ﷺ ہی ان کے ساتھ مخصوص ہیں۔ البتہ جو لوگ حضور اکرم ﷺ کی سنت کو ترک کرتے ہیں ان کو شفاعت نہ حاصل ہوگی۔

☆ حدیث پاک میں ہے مَنْ تَرَكَ سُنَّتِيْ لَمْ يَنَلْ شَفَاعَتِيْ یعنی۔ جس نے میری سنت ترک کی اس کو میری شفاعت نہ حاصل ہوگی۔

شفاعتِ وجاہت کے مسئلہ میں مولانا اسمٰعیل شہیدؒ پر اعتراض اور اس کا جواب

ایک صاحب نے پوچھا کہ مولوی اسماعیل شہیدؒ کے کلام میں جو شفاعت وجاہت کو رد کیا ہے اس وجاہت کا کیا مطلب ہے؟

فرمایا وجاہت کے درجات مختلف ہیں ایک وجاہت حقیقی ہے یعنی دباؤ سو خدا تعالیٰ کے یہاں یہ وجاہت کسی کی نہیں کیونکہ یہ انفعال ہے جیسے بعض وقت وزراء کی سفارش پر بادشاہ کو خیال ہو جاتا ہے۔ اگر منظور نہ کروں گا تو شاید اس کو ناخوشی ہو اور اس سے انتظام سلطنت میں خلل پڑ جائے اور ایک وجاہت مجازی ہے وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کے یہاں کسی کی مقبولیت ہو جائے اور وہ اس کی سفارش قبول کرلے جیسے بچہ بیمار ہوتا ہے باپ کا اور باپ اسکی سفارش کو مان لے یہ نہیں کہ بچہ کا کچھ دباؤ اس لیے کہنا مان لیا۔ پس خدا کے یہاں کسی کی وجاہت حقیقیہ تو نہیں مجازیہ ہے۔ اب یہ اعتراض جاتا رہا کہ قرآن شریف سے تو وجاہت ثابت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وكان عند الله وجيها اور مولانا کے کلام سے اس کی نفی نکلتی ہے مولانا کے کلام میں نفی وجاہت حقیقی کی ہے مجازی کی نہیں ہے۔ (حسن العزیز سوم ص ۱۱۹)

یارسول اللہ کہنے کا حکم

سوال۹:- یارسول اللہ دور دراز مقام سے کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب) اگر شوق وعشق میں کہے تو جائز ہے اور اگر حاضر وناظر سمجھ کر کہے تو منع ہے۔(۱) سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں۔

منهم الذين يدعون الانبياء والاولياء عند الحوائج والمصائب باعتقاد ان ارواحهم حاضرة تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلك شرك قبيح وجهل صريح۔قال الله تعالىٰ: ومن اضل ممن يدعوا من دون الله۔

”یعنی بعض لوگ ایسے ہیں جو انبیاء اولیاء کو حاجت اور مصیبت کے وقت میں اس اعتقاد سے پکارتے ہیں کہ ان کی ارواح حاضر ہو جاتی ہیں اور ان کی نداء کو سنتے ہیں اور ان کی حاجتوں کو جانتے ہیں۔یہ شرک قبیح اور جہل صریح ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو لوگ غیر اللہ کو پکارتے ہیں ان سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا۔(۲)

---

(۱) امداد الفتاویٰ میں ہے سوال:- یارسول اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب) استعانت واستغاثہ کے ارادہ سے یا حاضر وناظر ہونے کے اعتقاد سے تو منہی عنہ (یعنی ناجائز) ہے اور اعتقاد کے بغیر محض شوقاً واستلذاذاً (یعنی لذت اور شوق میں) کہنا جائز ہے۔(امداد الفتاویٰ ص ۳۸۵ کمالات اشرفیہ، ص ۲۳) نیز ایسے صیغے بہ نیت تبلیغ ملائکہ (یعنی اس نیت سے کہ ہمارا کلام فرشتے حضور ﷺ تک پہنچائیں گے) جائز ہیں۔(امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۴۰۲)

بقیہ اگلے صفحہ پر

(۲) تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

لان الخیر والشر والنفع الضرو انما هوراجع الی الله تعالیٰ وحده لایشارکه فی ذلك احد فهو الذی یستحق العبادة وحدة ولاشریك له (ابن کثیر تحت قوله تعالیٰ وان یمسسك الله بضر الخ)

ملا علی قاریؒ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت

اذا سألت فسال الله واذا استعنت فاستعن بالله (مشکوٰة ص ۴۵۳ ج ۲)

(یعنی جب مانگنا ہو تو اللہ سے مانگو، مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو) اس کے تحت ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں۔

یلتجی فی العظام المهام الیه ویعتمد فی جمهور الامور علیه ولایسئل غیره لان غیره غیر قادر علی العطاء والمنع ودفع الضرر وجلب النفع فانهم لایملکون لانفسهم نفعاً ولاضرا ولا یملکون موتاً ولاحیٰوة ولانشوراً (مرقات شرح مشکوٰة باب التوکل والصبر)

تفسیر قرطبی میں آیت وان یمسسك الله الخ کے تحت ہے والمعنی ان تنزل بك یامحمدشدة من فقر اومرض فلارافع وصارف له الا هو

(قرطبی، ص ۳۹۸، ج ۳)

تفسیر ابن کثیر و قرطبی اور ملا علی قاری نے آیت و حدیث کی روشنی میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ "خیر و شر، نفع و نقصان، ہر قسم کی بھلائی و برائی صرف اور صرف اللہ ہی سے متعلق ہے۔ کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں لہذا صرف اور صرف وہی عبادت کا مستحق ہے۔

اور تمام معاملات اہم سے اہم کام اور مصائب و پریشانی کے وقت صرف اللہ ہی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اس کے سوا کسی سے بھی (باقی اگلے صفحہ پر)

اضافہ

یدعو کے معنی کی تحقیق

سوال آپ نے حق نما کے اندر ص ۲۵ پر قرآن مقدس کے لفظ یدعوا کو یدعون سے بدل کر اس کے معنی "عبادت کرتے ہیں" کے بجائے "پکارتے ہیں" بتا کر قرآن مقدس میں لفظی معنوی دونوں طرح کی تحریف کی ہیں۔ کہئے قرآن پاک میں ایسی تحریف کرنے والا گمراہ ہے یا نہیں؟

جواب

آپ حضرات کا اعتراض ہے کہ قرآن مقدس کے لفظ یدعوا کو یدعون سے بدل کر اس کا معنی "عبادت کرتے ہیں" کے بجائے "پکارتے ہیں" بتا کر قرآن مقدس میں لفظی و معنوی تحریف کی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سائل نے سوال یہ کیا ہے کہ "یا رسول اللہ" دور دراز مقام سے کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب "حق نما" میں جو دیا گیا ہے اس کی

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) سوال نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہ دینے پر قادر ہے نہ لینے پر، نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، وہ تو خود اپنے ہی نفع و نقصان کے مالک نہیں اور نہ کسی کی موت و حیات کے مالک ہیں۔

اللہ کے فرمان (وان یمسسک اللہ بضر الخ) کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد اگر تم کو بھی کوئی مصیبت، مرض یا فقر یا کسی نوع کی پریشانی لاحق ہو جائے تو اللہ کے سوا کوئی بھی اسکو ہٹانے اور پھیرنے والا نہیں ہے۔

عبارت نقل کر رہا ہوں "اگر شوق و عشق میں کہے تو جائز ہے اور اگر حاضر و ناظر سمجھ کر کہے تو منع ہے سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں۔منهم الذين يدعون الانبياء والاولياء عند الحوائج والمصائب باعتقاد ان ارواحهم حاضرة تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلك شرك قبيح وجهل صريح۔قال اللّٰه تعالیٰ: ومن اضل ممن يدعوا من دون الله"

اس میں آپ نے وہ اعتراض کیا ہے جس کے الفاظ اوپر درج کئے گئے ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ میری بات نہیں ہے' میں نے جواب کی تائید میں حضرت سلطان العارفین کی عبارت تحریر کی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ کے بعد جو آیت ہے یہ بھی سلطان العارفین کی تحریر کردہ ہے۔ قرآن پاک میں یدعوا کا لفظ ہے جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا۔کاتب کی غلطی سے ن کا اضافہ ہو گیا' ممکن ہے کہ کاتب کو حضرت سلطان العارفین کی شروع کی عبارت منهم الذين يدعون سے اشتباہ ہو گیا ہو۔اس عبارت میں یدعون جمع کا صیغہ ہے جو درست ہے کاتب نے اسی کو دیکھ کر آیت میں بھی جمع کا صیغہ تحریر کر دیا۔یہ کتابت کی غلطی ہے' اس پر آپ نے تحریف کا حکم لگادیا' حالانکہ ادنیٰ سمجھ والا بھی اس کو تحریف نہیں کہہ سکتا ہے۔ تحریف میں قصد کو دخل ہوتا ہے اور یہ نادانستہ طور پر کاتب سے غلطی ہو گئی ہے۔یہ تحریف لفظی کا جواب ہے۔

اب تحریف معنوی کا جواب ملاحظہ فرمایئے

(۱) تفسیر حقانی میں اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

"اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا اس کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کے پکارنے کا جواب نہ دے سکے۔

(۲) شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ اس کا ترجمہ کر رہے ہیں۔

"اس سے زیادہ گمراہ کون جو پکارے اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو قیامت تک"

آپ انصاف کریئے ایسے بلند پایہ مفسرین نے یدعوا کا ترجمہ پکارنے کا کیا ہے 'ان حضرات کو بھی آپ تحریف کرنے والا اور گمراہ قرار دیں گے؟

یہ تو آپ کے سوالوں کے جواب میں عرض کیا گیا ہے خدا کرے آپ بنظر انصاف دیکھیں۔

معترض کا ایک نوٹ اور اس کا جواب

نوٹ: مذکورہ تینوں سوالوں کے تحریری جواب دے کر جائیں۔ اس سلسلہ میں کسی بھی طرح کا حیلہ حوالہ کرنا اور جواب نہ دینا آپ کے جھوٹے مشرک اور گمراہ ہونے کی دلیل ہوگی۔

جواب

نوٹ کے تحت جو آپ حضرات نے عبارت درج کی ہے اس کا جواب سنجیدگی کے ساتھ بنظر انصاف پڑھیئے۔

میں اتوار کی صبح مدرسہ سے چل کر ایک دینی کام سے کانپور گیا دن بھر وہاں مصروف رہا۔ رات کو گیارہ بجے ٹرین سے چل کر ۳ بجے شب میں جھانسی پہنچا' جھانسی اسٹیشن ہی سے "کھدیاونہ" کے لئے روانہ ہوا' وہاں ایک حادثہ پیش آگیا ہے جس سے وہاں کے مسلمان سخت پریشان ہیں 'فجر کے وقت وہاں پہنچا' تین چار گھنٹہ وہاں قیام رہا' ان کو تسلی دی' دینی باتیں ہوئیں اور اس وقت مسلمانوں کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے وہ عرض کیا' اس کے بعد مجھے "پنواڑی" پہنچنا تھا اس لئے جھانسی

سے پھر واپس ہوا (کسی طرح جھانسی پہنچا) عصر کی نماز کے بعد لیٹ گیا' دو دن کا جگا تھکا تھا' نیند آ گئی مغرب کے وقت آنکھ کھلی' ایک صاحب نے فرمایا کہ کچھ لوگ ایک تحریر لے کر آئے تھے اور جگانا چاہا میں نے ان کو روک دیا' کب بلا لوں؟ میں نے کہا کہ مغرب کے بعد بلا لیجئے۔ میزبان کو معلوم ہو گیا کہ پورا دن گزر گیا اس نے کھانا نہیں کھایا اس لئے بعد مغرب کھانا لے آئے' میں کھانا کھا رہا تھا کہ آپ حضرات تشریف لے آئے میں نے خیال کیا کہ ایک مرتبہ آ کر واپس جا چکے ہیں' اب پھر یہ کہنا کہ کھانے کے بعد تشریف لائیں مناسب نہیں ہے میں نے کھانا چھوڑ کر آپ کو بلا لیا' آپ نے آتے ہی جس طرح سے گفتگو کی اور جو انداز اختیار کیا اس کو میں نہیں تحریر کر رہا لیکن اتنا عرض کر رہا ہوں کہ یہ طریقہ شریعت اسلامی اور حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے بالکل خلاف ہے۔ کتاب "حق نما" اب سے پندرہ سال پہلے شائع ہوئی تھی۔ اتنے عرصہ میں آپ ان اعتراضات کے جواب یہاں آ کر لے سکتے تھے' نہیں آ سکتے تھے تو کسی کو بھیج دیتے' آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جن کا میں مہمان تھا وہ میرے پاس آتے رہتے ہیں' وہ نہ ملتے تو ڈاک سے بھیج کر جواب منگا سکتے تھے۔ مگر یہ کچھ نہ کیا' اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد میرے "پنواڑی" پہنچنے پر ہوش آیا اور مجھ سے اس پر اصرار کرنے لگے کہ ابھی جواب دے دیجئے ورنہ آپ مشرک اور گمراہ ہوں گے۔

آپ حضرات خود دیکھ رہے تھے کہ باہر سے آئے ہوئے مہمان اس کا انتظار کر رہے تھے کہ میں ان سے بات کروں' وہاں سے چالیس کلو میٹر جا کر مجھے ۹ بجے گاڑی پکڑنا تھا' وقت بہت کم تھا' ایسی حالت میں آپ کا اصرار اور اس وقت جواب نہ دینے پر مشرک کہنا یہ حرکت کیسی تھی اس کا آپ ہی فیصلہ کریں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ جو اپنے لئے پسند نہ کرے وہ

دوسرے کے لئے بھی پسند نہ کرے' آپ کے ساتھ اگر کوئی ایسا معاملہ کرتا تو کیا آپ اس کو برداشت کر لیتے' میں آپ کی بستی میں پردیسی تھا۔ ایک صاحب مجھے بہت دنوں سے بلا رہے تھے ان کے بار بار آنے اور اصرار کرنے کی بنا پر وقت نکالا تھا' وہ صاحب آپ کی بستی میں رہتے ہیں۔ بستی میں کسی کا بھی مہمان ہو سب ہی کے ذمہ اس کا احترام ضروری ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا' مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ (یعنی جو شخص اللہ پاک اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ مہمان کا اکرام کرے) آپ نے لکھا ہے کہ اگر جواب نہ دیا تو مترک اور گمراہ ہوں گے۔ اگر کوئی شخص کسی کے سوال کا جواب نہ دے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ آپ کے علاوہ کسی کا یہ فتویٰ نہیں ہے کسی مسلمان کو مشرک کہنے والے کا کیا حکم ہے آپ کتب فقہ میں دیکھ لیجئے۔ آدمی کو چاہئے جو بھی کام کرے اس کا دھیان رکھے کہ میری یہ حرکت بلکہ جو دل میں ہے سب کی خبر اللہ پاک کو ہے' حشر میں خدا کے سامنے جانا ہے' اگر میں نے اللہ کی مخلوق کو ستایا مسلمانوں میں تفریق کی' ان کو مشرک بنایا تو مجھے اس کی سزا ملے گی' خدا کی رحمت کا مستحق نہ رہوں گا' خدا کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں' پکڑ کرتا ہے تو دنیا میں بھی ذلیل کرتا ہے تھوڑی سی زندگی ہے ایسے کام کیجئے کہ جس سے مسلمانوں کا فائدہ ہو' اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کیجئے۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑانا ان سے نفرت کرنا یہ خدا کو ناپسند ہے۔ احادیث پاک میں ایسے شخص کے لئے بڑی وعیدیں ہیں۔ جو شخص اپنے کو مسلمان کہتا ہے اس کو مسلمان سمجھنا چاہئے' مسلمانوں جیسا معاملہ کرنا چاہئے دلوں کا حال اللہ کو معلوم ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ جو چاہے معاملہ کرے' تھوڑی سی زندگی ہے اپنی عاقبت بنائیے کسی دوسرے لوگوں کے ایمان اور کفر کے بارے میں سوال نہ ہوگا بلکہ خود اس کے ایمان کے بارے میں سوال ہوگا کہ ایمان لے کر آیا ہے یا دنیا کے جھگڑوں میں پڑ کر ایمان کھو دیا۔

نماز میں حضور ﷺ کا خیال آنا

سوال(١٠)　　حضور انور ﷺ کے چاہنے سے کچھ ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب نمبر ١٠

حضور ﷺ کے چاہنے سے بہت کچھ ہوتا ہے لیکن جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتا۔(١)

سوال(١١)　　حضور انور ﷺ کا خیال نماز میں لانا جائز ہے یا نہیں،

جواب نمبر ١١

جو شخص نماز پڑھتا ہے التحیات اور درود شریف بھی پڑھتا ہے اور ان میں حضور ﷺ کا نام ہے' جب نام آئے گا تو حضور ﷺ کا خیال بھی آئے گا۔اس لئے نماز میں حضور ﷺ کا خیال ناجائز کیسے ہو سکتا ہے۔

سوال(١٢)　　حضور انور ﷺ کا علم تمام مخلوقات سے زیادہ ہے یا نہیں؟

جواب نمبر ١٢

جو علوم لوازم نبوت ہیں وہ سب حضور اکرم ﷺ کو عطا کئے گئے اور جتنے علوم شریفہ ہیں ان سب میں اعلم الخلائق ہیں۔(یعنی تمام مخلوق میں سب

تفسیر ابن کثیر میں آیت مَا يَفْتَحُ اللّٰهُ مِنَ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا الایۃ کے تحت ہے یخبر تعالیٰ انہ ماشاء کان ومالم یشاء لم یکن وانہ لامانع لمااعطیٰ ولامعطی لمامنع (ابن کثیر ٥٤٦'ج٣) مطلب یہی ہے کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور اس کے چاہے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔وہ جسے دے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے نہ دے کوئی اسے دے نہیں سکتا۔

سے زیادہ جاننے والے ہیں)

۱۲/ ربیع الاول میں حضور ﷺ کا ذکر خیر کرنا

سوال نمبر ۱۳: خاص کر ۱۲/ ربیع الاول کے دن حضور انور ﷺ کی یادگار منانا' میلاد شریف کرنا فاتحہ دلانا و فاتحہ کی شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب نمبر ۱۳:

ذکر ولادت شریف دوسرے ذکر و اذکار کی طرح عبادت ہے اور جس عبادت میں کسی زمان یا مکان یا ہیئت کی قید نہ ہو اس کو اپنی طرف سے مقید کرنا جائز نہیں ہے امتی کو تو حضور ﷺ کے ذکر سے کسی وقت خالی نہ رہنا چاہئے۔

آپ کے ذکر میں جتنی بھی قیود بڑھتی جارہی ہیں۔ اتنی ہی محرومی ہوتی جارہی ہے۔ بہت سے لوگ تو اس عقیدہ کے ہیں کہ ۱۲/ ربیع الاول کو اگر میلاد شریف کیا تب تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں اور اس دن اگر کر لیا پھر پورے سال کچھ نہ کیا تو کوئی گرفت نہیں۔

بہت سے لوگوں کے ذہن میں یہ ہے کہ اگر کچھ شیرینی تقسیم کرنے کو نہ ہو تو میلاد شریف نہیں ہوتا وہ اسی انتظار میں رہتے ہیں کہ جب شیرینی کا انتظام ہو جائے گا اس وقت میلاد شریف کریں گے۔

اس میں تفاخر اور تقابل بھی ہوتا ہے کہ فلاں شخص نے اس قسم کی مٹھائی تقسیم کی ہے اور اتنی مقدار میں کی ہے تو ہم اس سے اچھی اور اس سے زیادہ تقسیم کریں گے۔ اس کے انتظار میں کافی مدت گزر جاتی ہے اور حضور ﷺ کے ذکر کی برکت سے محروم رہتے ہیں۔

ایسا بھی دیکھا جاتا ہے کہ ذکر پاک کے لئے جو جگہ تجویز کی جاتی ہے اس

کو مختلف طریقے سے سجایا جاتا ہے اور ہفتوں پہلے اس کا انتظام کیا جاتا ہے اور اس مشغولی اور انہماک میں نماز اور جماعت کا کچھ بھی اہتمام نہیں ہوتا۔

اسی طرح فاتحہ کے اندر طرح طرح کی قیود بڑھتی جا رہی ہیں۔ فاتحہ ایصال ثواب ہے۔ اس کا جو طریقہ حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور خیر القرون کا تھا اس طریقے پر کرنا چاہئے، احادیث شریفہ میں وہ سب صورتیں موجود ہیں۔

فاتحہ مروجہ کے بارے میں حضرت مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی کا ایک فتوئی ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ مجموعہ فتاوئی جلد دوم میں حضرت مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

"ثواب اموات کو بہ مذہب اہل سنت پہنچتا ہے اور پڑھنا فاتحہ اور اخلاص وغیرہ کا اور اس کا ثواب بخشنا مردوں کو موجب رفع درجات کا ہے لیکن فاتحہ کا جو طریقہ مروج ہے کہ شیرینی وغیرہ رکھ کر فاتحہ دیتے ہیں اس کی اصل شرع میں نہیں ہے" (حررہ محمد عبد الحی عفا عنہ القوی)

واضح رہے کہ مولانا عبد الحی صاحب کو دیوبندی اور بریلوی دونوں حضرات مانتے ہیں۔

محرم میں شہادت نامہ پڑھنا، نوحہ کرنا

سوال نمبر ۱۴:- خاص کر ایام محرم میں شہادت نامہ پڑھنا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی یادگار منانا اور نوحہ کرنا اور شربت کی سبیل لگانا و فاتحہ دلانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب ۱۴:-

حضرت غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں ان امور کو حرام اور شعار روافض سے فرمایا ہے۔ حضرت شاہ ولی

اللہ صاحب محدث دہلوی نے قول جمیل میں اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفۂ اثناعشریہ میں ان کو اوہام شیعہ سے قرار دیا ہے۔

۱۹۴۳ء میں ایک فتویٰ شائع ہوا تھا جس میں دیوبند' سہارنپور' دہلی' مراد آباد' شاہجہانپور' لکھنؤ' بدایوں' بریلی' لاہور' امرتسر' بنارس' بمبئی' کلکتہ' بھوپال وغیرہ کے علماء کا متفقہ فیصلہ درج ہے کہ یہ امور بالکل ناجائز و حرام ہیں۔ یہ سارے امور بدعت سیۂ و محدثہ ہیں۔ سراپا ضلالت و گمراہی ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی ناجائز و حرام لکھا ہے۔

بزرگوں کا عرس کرنا

سوال نمبر ۱۵:- عرس بزرگان دین جائز ہے یا نہیں اور عرس میں شرکت کرنا اور دور دراز سے سفر کرنا جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب

جو عرس خلاف شرع امور سے پاک ہو وہ جائز ہے۔ اس میں شرکت بھی جائز ہے البتہ عورتوں کو نہ جانا چاہئے۔(۱)

---

(۱) حضرت اقدس رحمہ اللہ علیہ کے اس جواب سے مروجہ عرس کو جائز نہ سمجھا جائے جس میں وقت کی تعیین کے ساتھ لوگ جمع ہوتے ہیں۔ قوالیاں ہوتی ہیں اور بسا اوقات ناچ گانے کی نوبت آتی ہے۔ نیز عورتوں کا ہجوم ہوتا ہے اسی وجہ سے حضرت اقدس رحمۃ اللہ نے "خلاف شرع امور سے پاک ہونے" کو شرط قرار دیا ہے اور خلاف شرع امور کی تفصیل تحریر نہیں فرمائی اس کو آپ خود معلوم کیجئے۔ اسی کتاب کے ص ۹۴ میں حضرتؒ نے عرس کو بدعت تحریر فرمایا ہے۔

کو مختلف طریقے سے سجایا جاتا ہے اور ہفتوں پہلے اس کا انتظام کیا جاتا ہے اور اس مشغولی اور انہماک میں نماز اور جماعت کا کچھ بھی اہتمام نہیں ہوتا۔

اسی طرح فاتحہ کے اندر طرح طرح کی قیود بڑھتی جارہی ہیں۔ فاتحہ ایصال ثواب ہے۔ اس کا جو طریقہ حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور خیر القرون کا تھا اس طریقے پر کرنا چاہئے، احادیث شریفہ میں وہ سب صورتیں موجود ہیں۔

فاتحہ مروجہ کے بارے میں حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کا ایک فتویٰ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ مجموعہ فتاویٰ جلد دوم میں حضرت مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

"ثواب اموات کو بہ مذہب اہل سنت پہنچتا ہے اور پڑھنا فاتحہ اور اخلاص وغیرہ کا اور اس کا ثواب بخشنا مردوں کو موجب رفع درجات کا ہے لیکن فاتحہ کا جو طریقہ مروج ہے کہ شیرینی وغیرہ رکھ کر فاتحہ دیتے ہیں اس کی اصل شرع میں نہیں ہے" (حررہ محمد عبدالحی عفاعنہ القوی)

واضح رہے کہ مولانا عبدالحی صاحب کو دیوبندی اور بریلوی دونوں حضرات مانتے ہیں۔

محرم میں شہادت نامہ پڑھنا، نوحہ کرنا

سوال نمبر ۱۴:- خاص کر ایام محرم میں شہادت نامہ پڑھنا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی یادگار منانا اور نوحہ کرنا اور شربت کی سبیل لگانا و فاتحہ دلانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب ۱۴:-

حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں ان امور کو حرام اور شعار روافض سے فرمایا ہے۔ حضرت شاہ ولی

اللہ صاحب محدث دہلوی نے قول جمیل میں اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ میں ان کو اوہام شیعہ سے قرار دیا ہے۔

۱۹۴۳ء میں ایک فتویٰ شائع ہوا تھا جس میں دیوبند، سہارنپور، دہلی، مراد آباد، شاہجہانپور، لکھنؤ، بدایوں، بریلی، لاہور، امرتسر، بنارس، بمبئی، کلکتہ، بھوپال وغیرہ کے علماء کا متفقہ فیصلہ درج ہے کہ یہ امور بالکل ناجائز و حرام ہیں۔ یہ سارے امور بدعت سیۂ و محدثہ ہیں۔ سراپا ضلالت و گمراہی ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی ناجائز و حرام لکھا ہے۔

بزرگوں کا عرس کرنا

سوال نمبر ۱۵:- عرس بزرگان دین جائز ہے یا نہیں اور عرس میں شرکت کرنا اور دور دراز سے سفر کرنا جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب

جو عرس خلاف شرع امور سے پاک ہو وہ جائز ہے۔ اس میں شرکت بھی جائز ہے البتہ عورتوں کو نہ جانا چاہئے۔(۱)

---

(۱) حضرت اقدس رحمہ اللہ علیہ کے اس جواب سے مروجہ عرس کو جائز نہ سمجھا جائے جس میں وقت کی تعیین کے ساتھ لوگ جمع ہوتے ہیں۔ قوالیاں ہوتی ہیں اور بسا اوقات ناچ گانے کی نوبت آتی ہے۔ نیز عورتوں کا ہجوم ہوتا ہے اسی وجہ سے حضرت اقدس رحمۃ اللہ نے "خلاف شرع امور سے پاک ہونے" کو شرط قرار دیا ہے اور خلاف شرع امور کی تفصیل تحریر نہیں فرمائی اس کو آپ خود معلوم کیجئے۔ اسی کتاب کے ص ۹۴ میں حضرتؒ نے عرس کو بدعت تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی (جن کو علماء دیوبند و بریلوی دونوں حضرات مانتے ہیں ان) کے فتاویٰ میں ہے

سوال ایک سال کے بعد عرس کے لئے دن متعین کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب تفسیر مظہری میں ناجائز کہا گیا ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے شیخ کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ عرس سلفِ صالحین کے زمانہ میں نہ تھا بلکہ متاخرین کی ایجاد ہے "ماثبت بالسنہ" میں بھی یہی ہے۔

(فتاویٰ عبدالحی' ص۹۱ باب الشرک والبدعات)

حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی تحریر فرماتے ہیں۔

"اور طریقہ معینہ عرس کا طریقہ سنت کے خلاف ہے لہٰذا بدعت ہے اور بلا تعیین کردینا درست ہے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں "عرس کا التزام کرے یا نہ کرے بدعت اور نادرست ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۲ او ۱۳)

حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحبؒ گنگوہی تحریر فرماتے ہیں۔

عرس کرنا یا دن متعین کرکے لوگوں کو قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے مدعو کرنا قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاقؒ صاحب نے بدعت ممنوعہ فرمایا ہے تبلیغ الحق میں بھی شدت سے منع فرمایا گیا ہے' علامہ شامی نے بھی اس پر نکیر کی ہے"(فتاویٰ محمودیہ ص۱۵۶)

مولوی احمد رضاخاں صاحب کے ملفوظات میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا قصہ لکھا ہے جس میں ایک بزرگ صالح کا عرس میں شرکت پر انکار نیز قوالوں پر نکیر منقول ہے ملفوظ کے آخری جملے یہ ہیں.... انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور قوالوں کی طرف سے اشارہ کرکے فرماتے ہیں۔ "ایں بدبختیاں وقت مارا پریشان کردہ اند" (یعنی ان بدبختوں نے ہمارا وقت برباد کردیا' پریشان کردیا۔(ملفوظ ج ۲ ص ۱۹۴)

مولانا احمد رضا خاں صاحب سے کسی نے دریافت کیا کہ حضور اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں فرمایا۔

غنیۃ میں موجود ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحبِ قبر کی طرف سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ اس کے اوپر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (ملفوظ حصہ دوم)

اس زمانے میں بکثرت عورتیں اجمیر شریف جاتی ہیں اور نامحرموں کے ساتھ سفر کرتی ہیں۔ ذرا اس فتویٰ کو دیکھیں اور فیصلہ کریں۔

مگر جس کو اپنی خواہشات کی اتباع کرنا ہے وہ کیوں کسی کی بات مانے بلکہ تعجب نہیں کہ جو منع کرے اس کو وہابی کہہ دے۔

یہ تفریق مرد اور عورتوں کی اس وقت ہے جب عرس میں خلاف شرع امور نہ ہوں اگر شریعت کے خلاف کوئی کام ہو تو نہ مرد کو جانا چاہئے اور نہ عورت کو۔ (۱)

---

(۱) آج کل کے عرس خلاف شرع امور سے پاک نہیں ہوتے لہٰذا مطلقاً ان کی ممانعت کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ حضرت اقدس تھانویؒ نے اصلاح الرسوم میں اس کے ناجائز اور بدعت ہونے کے وجوہات اور دلائل تفصیل سے لکھے ہیں۔ ملاحظہ فرمالیا جائے۔ ص ۱۲۱۔ ۱۲۲

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا

سوال نمبر ۱۶:- کھانے کو سامنے رکھ کر فاتحہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب نمبر ۱۶

اس کے جواب کے لئے سوال نمبر ۱۳ کے جواب میں حضرت مولانا عبد الحی صاحب کا جو فتویٰ تحریر کیا ہے اس کو ملاحظہ فرمالیں۔(۱)

---

(۱) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں۔ایک بات اور قابل غور ہے کہ کھانا سامنے لاکر جو فاتحہ دیتے ہیں یہ عقل کے بھی خلاف ہے کیونکہ کسی چیز کا ثواب ملنے کی حقیقت یہ ہے کہ پہلے عمل کریں اس کا ثواب اپنے کو ملے اس کے بعد دعا کریں کہ یااللہ جو ثواب مجھ کو ملا ہے وہ فلاں کو پہنچادیجئے۔اس بناء پر صورت یہ ہونی چاہیے کہ پہلے کھانا مستحقین کو دیدیں کہ ثواب اس کا اپنے کو ہوجائے پھر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دوسرے کی طرف اس کو منتقل فرمادیں۔اس سے ظاہر ہو گیا ہو گا کہ کھانے پر فاتحہ دینے کے کچھ معنیٰ ہی نہیں بالکل لغو حرکت ہے۔ایک شخص نے مجھ سے اسی فاتحہ کو پوچھا تھا میں نے اس کی یہی حقیقت بیان کی اور کہا کہ جب تک آپ نے مساکین کو دیا نہیں تو آپ ثواب کیسے پہنچاسکتے ہیں جب تک کہ آپ نے عمل ہی نہیں کیا اور آپ کو اس کا ثواب حاصل نہیں ہوا تو دوسرے کو کیا پہنچے گا۔ خریدنا، پکانا وغیرہ تو عمل نہیں۔البتہ مساکین کو دینا عمل ہے۔ اور وہ ملا نہیں گیا اسی لئے آپ کو خود ثواب نہیں ملا تو دوسرے کیا پہنچے گا۔یہ سن کر کہنے لگے کہ واقعی بڑی مہمل بات ہے۔اور میں نے کہا کہ ایک بات اور بھی سمجھئے کہ فاتحہ میں کل کھانا سامنے نہیں رکھتے تھوڑا سا رکھتے ہیں اور اسی پر فاتحہ دیتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ جب وہ سامنے (باقی اگلے صفحہ پر)

کھڑے ہو کر یانبی سلام علیک پڑھنا

سوال نمبر ۱۷:- کھڑے ہو کر یا نبی سلام علیک پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب نمبر ۱۷

روضہ اقدس کے پاس تو کھڑے ہو کر ہی صلوٰۃ و سلام پڑھنا چاہئے اس کے علاوہ دیگر مقامات میں کوئی قید نہیں۔ جس طرح اللہ کا ذکر عبادت ہے اور اس میں ہیئت کی قید نہیں بلکہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں اجازت ہے اسی طرح حضور انور ﷺ پر درود و سلام بھی عبادت ہے اس میں بھی کسی ہیئت کی پابندی نہیں۔(۱)

(گذشتہ صفحہ کابقیہ) نہیں تو (اس کا ثواب کیسے پہنچے گا؟) اس سے معلوم ہوا کہ سامنے رکھنا شرط نہیں پھر یہ تھوڑا کیوں سامنے رکھا گیا۔ کیا اللہ تعالیٰ کو نمونہ دکھاتے ہیں یہ تو اور بھی لغو حرکت ہے وہ شخص بولے کہ ہم تو آج سے یہ کام نہ کریں گے یہ تو عقل کے بھی خلاف ہے۔ میں نے کہا اس میں شک ہی کیا ہے"۔(حسن العزیز، ص ۱۲۰، ج ۳، کمالات اشرفیہ)

(۱) حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں (صلوٰۃ و سلام میں) قیام کو اس لئے منع کرتے ہیں کہ اس میں عوام الناس کے عقیدے کا ضرر ہے۔ وہ اس کو واجبات سمجھیں گے اس کو رسم کر لینا اور (اس کی دائمی عادت ڈال لینا) فضول ہے۔ اگر اس میں مفسدہ نہ ہوتا تو کچھ حرج نہ تھا۔ مگر واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ طرح طرح کے مفسدے ہونے لگے ہیں۔ (جس کی تفصیل اصلاح الرسوم میں مرقوم ہے)۔ کیا یہ مفسدہ نہیں ہے کہ جو شخص قیام نہ کرے وہ توہین کرنے والا (باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت عبد القادر جیلانی، خواجہ معین الدین چشتیؒ

وغیرہ کبار اولیاء میں سے ہیں

سوال نمبر ۱۸- : غوث پاک محی الدین عبد القادر جیلانیؒ و خواجہ صاحب معین الدین چشتیؒ و نظام الدینؒ محبوب الٰہی وغیرہم اولیاء اللہ ہیں یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) شمار ہوتا ہے۔ اس کو ایذا پہنچاتے ہیں کبھی زبان سے کبھی ہاتھ سے۔ ایک امر مستحسن کو اس درجہ تک پہنچا دینا ظاہر ہے کہ برا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ جب مستحسن میں مفسدہ پیدا ہونے لگے تو نفس فعل ہی کو ترک کر دیں گے بشرطیکہ مطلوب فی الشرع (درجہ وجوب میں) نہ ہو، اگر کبھی کبھی ترک بھی کر دیا کرتے تو سب کا اتفاق ہو جاتا ہے لیکن اب تو یہ حال ہے کہ آسمان ٹل جائے زمین ٹل جائے مگر یہ نہ ٹلے اس کے کیا معنی؟

(حسن العزیز، ص ۱۴۴، ج ۳)

میرے دوست سے ایک صاحب کہنے لگے کہ آپ ذکر ولادت (ﷺ) کے ادب (یعنی قیام) قیام کو منع کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ذکر کی اور قرأۃ قرآن کی) بے ادبی سے منع کرتے ہیں یعنی اگر کھڑا ہونا ادب اور بیٹھا رہنا بے ادبی ہے تو خدا تعالیٰ کے ذکر اور اس کا کلام پڑھنے یا سنے) کے وقت جب بیٹھے رہے تو وہ بے ادبی ہوئی اس ذکر کی میں کہتا ہوں کہ نیز جب خود رسول اللہ ﷺ کے بقیہ ذکر کو بیٹھ کر کیا تو اس کی بھی بے ادبی ہوئی سو یہ تجزیہ کیسا کہ ایک حصہ ایسا اور ایک حصہ ایسا پس چاہیے کہ بقیہ تذکرہ کی بھی بے ادبی کو منع کریں وہ اس طرح کہ سب کو کھڑے ہو کر پڑھو تاکہ سارے ذکر کا ادب ہو۔ (حسن العزیز، ص ۱۵۳، ج ۳)

جواب نمبر ۱۸

حضرت غوث پاک' حضرت خواجہ اجمیری' حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی بلاشبہ اولیاء اللہ ہیں۔ان کے نقش قدم پر چل کر آدمی ولی ہو سکتا ہے مگر انتہائی افسوس ہے کہ ان کو اولیاء اللہ تسلیم کرتے ہوئے بھی ان کی تعلیمات سے لوگ نہ صرف دور ہیں بلکہ ان کی تعلیمات کے بر خلاف عمل کر رہے ہیں۔
ان کی تعلیمات ان کی تصانیف میں موجود ہیں جس کا جی چاہے ملاحظہ کر لے۔

علمائے بریلوی پیروی کے لائق ہیں یا نہیں

سوال نمبر ۱۹:- مفتیان عظام احمد رضا خاں صاحب اور مولانا عبد المصطفیٰ رضا خاں بریلوی و مولانا عبد الرشید فتح پوری و مولانا رفاقت حسین کانپوری وغیرہم بر حق ہیں یا نہیں اور ہم لوگ ان کی پیروی کریں یا نہ کریں؟

جن جن سوالات کے آپ جواب دے سکیں مع حوالہ نمبر تحریر فرمائیں تاکہ عوام کو بتایا جائے اور جو آپس میں باہمی اختلافات ہو رہے ہیں ان کو دور کیا جا سکے۔

وہاج الدین ماہر نظامی حسین گنج
رضوی قادری۔ مودہا

جواب نمبر ۱۹

اس سوال میں جن کا نام آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ ہوں یا ان کے علاوہ کوئی دوسرا ہو' سب کے حق پر ہونے کا مدار اس پر ہے کہ شریعت کا پابند ہو' حضور اکرم ﷺ سے سچی محبت ہو' آپ کی غلامی کا طوق گردن پر ہو' آپ کے طریقے

سے سر مو تجاوز نہ کرے۔ قرآن و حدیث کو اپنی خواہش کے تابع نہ کرے بلکہ اپنی خواہش کو ان دونوں کے تابع کرے' اس کی صحبت میں رہ کر آخرت کی فکر پیدا ہو' خدا کا خوف دل میں آ جائے' اپنے کو سب سے کمتر اور دوسرے کو اپنے سے بہتر سمجھنے لگے' تمام مامورات پر عمل کرنے اور تمام منہیات سے بچنے کا اہتمام پیدا ہو جائے۔

غیبت' چغلی' افتراء' بہتان' بدظنی' منافرت' ہجران مسلم جیسے اعمال قبیحہ سے اجتناب کی توفیق ہو جائے۔ یہ علامات جن کے اندر پائی جائیں وہ حضرات پیروی کے لائق ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وھو یھدی الیہ من اناب

کتبہ احقر صدیق احمد بن سید احمد غفر لہما اللہ الصمد
خادم جامعہ عربیہ ہتورا۔ ضلع باندہ
یکم ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ
تمت رسالہ "حق نما"

بریلوی معترضین سے حضرت اقدسؒ کی دردمندانہ مخلصانہ نصیحت

یہ تو آپ کے سوالوں کے جواب میں عرض کیا گیا ہے خدا کرے آپ بنظر انصاف دیکھیں اب آپ سے اخوت اسلامی کے رشتے کی بنا پر درخواست ہے کہ خدا کے واسطے اس چند روزہ زندگی میں کچھ تعمیری کام کیجئے۔ ایسی فضا بنایئے جس سے مسلمان آپس میں متفق اور متحد ہو کر دین کی خدمت کریں۔ حضور اکرم ﷺ کی پیروی کریں۔ اسلامی اخلاق کو دنیا میں پھیلائیں مسلمانوں کے خلاف کیا کیا سازشیں ہو رہی ہیں دیگر اقوام کس طرح منظم ہو رہی ہیں اور ہم غفلت میں پڑے ہوئے آپس میں لڑ رہے ہیں۔ خداوند کریم کو ہر شخص کا حال معلوم ہے کون کیسا ہے اس کے ساتھ ویسا معاملہ ہوگا' جو گمراہ ہوگا جنت میں نہ جائے گا۔ نیک ہوگا جنت میں جائے گا۔ ہم کو کیا خبر کوئی کیسا ہے' ہمارے سامنے جو اپنے کو مسلمان کہتا ہے ہمیں اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کرنا چاہئے جیسا کہ حدیث پاک کے اندر اس کی تصریح ہے' آپ لوگ اپنے طرز عمل میں سنجیدگی کے ساتھ غور کیجئے کہ یہ طریقہ اسلامی ہے یا نہیں حضور اکرم ﷺ نے تو ایسے اخلاق پیش کئے کہ غیر بھی حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور ہم وہ طریقہ اختیار کریں کہ اپنے بھی متنفر ہو جائیں' تفریق بین المسلمین نہایت مبغوض چیز ہے حضور اکرم ﷺ نے اس کو ہرگز پسند نہیں فرمایا' سب کو گلے لگایئے اپنا بھائی سمجھئے' ہمدردی کیجئے اس کے دکھ سکھ میں کام آیئے اور سب کو اپنے پیغمبر ﷺ کے طریقے پر عمل کرنے والا بنایئے' بھائی چارگی اور ہمدردی کی فضا قائم کیجئے سب سے مل کر رہئے ہٹ کر نہ رہئے۔

والسلام
احقر صدیق احمد عفی عنہ
خادم جامعہ عربیہ ہتورا' باندہ
۱۴ر ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

اختلاف کو ختم کیجئے اتحاد کو قائم کیجئے

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس قسم کے سوالات کئی سال سے لوگ کر رہے ہیں۔ جن کا مقصد مسائل کی تحقیق نہیں بلکہ فتنہ اور فساد پیدا کرنا ہے' کچھ لوگوں نے اپنا مشغلہ بنالیا ہے کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالتے رہیں اور اپنا مقصد حاصل کرتے رہیں۔ اس قسم کے مسائل میں لڑنے مرنے کی کیا بات ہے۔ اگر ان کے نزدیک یہ چیزیں قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں اور اس کو وہ حق سمجھتے ہیں تو وہ کریں۔ لیکن کوئی شخص اگر ان کے خلاف پر عمل کر رہا ہے اور اس کو حق سمجھ رہا ہے اور جو کچھ کر رہا ہے وہ بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہونے کی بنا پر کر رہا ہے تو پھر اس پر اصرار کیوں کیا جاتا ہے (کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں تم بھی کرو)' ہر شخص اپنے اپنے طور پر عمل کرے ایک دوسرے کو پابند نہ کرے' نہ اس میں جھگڑا فساد کرے اور نہ اس پر کوئی الزام لگائے اس سے آپس میں انتشار ہوتا ہے' ایک دوسرے سے بغض اور کینہ پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی ہوتی ہے۔ قرآن اور احادیث میں اس کی سخت ممانعت ہے۔ ارشاد باری ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوااللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (حجرات)

بے شک سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اگر کوئی اختلاف کی بات ہو تو صلح کرادیا کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو بھائی بھائی بن کر رہنا چاہئے۔ ایک دوسرے

کے ساتھ ہمدردی کرنا چاہئے اختلاف نہ کرنا چاہئے اگر کوئی اختلاف کی بات ہو تو آپس میں صلح کر لینا چاہئے۔

ہر وقت اللہ کا خوف دل میں رہے' کوئی کام اللہ کی مرضی کے خلاف نہ ہو' اللہ تعالیٰ جھگڑے فساد کو پسند نہیں کرتا' اس لئے لڑائی جھگڑے کی باتوں سے ہمیشہ بچتا رہے' اگر ایسا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوگا۔ اس کے بعد ارشاد ہے۔

یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَایَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءَ مِنْ نِسَاءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ لِاسْمُ الْفُسُوْقِ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُوْلٰئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

(ترجمہ) اے ایمان والو نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے' ہو سکتا ہے کہ جن پر ہنستے ہیں وہ ہنسنے والوں سے خدا کے نزدیک بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے ہو سکتا ہے کہ جن پر ہنستی ہیں وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔ اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو' کیونکہ یہ باتیں فسق کی ہیں۔ اور ایمان کے بعد فسق کا کام کرنا بہت برا ہے۔ جو لوگ ایسی حرکتیں کرتے ہیں اور توبہ نہیں کرتے وہ ظالم ہیں۔

نتیجہ

(۱) کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے اس کا مذاق نہ اڑانا چاہئے' کیا خبر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مرتبہ اونچا ہو اور تم اس کو حقیر سمجھ رہے ہو۔

(۲) کسی کے لئے برا لقب اور برا نام نہ تجویز کرنا چاہئے کہ فلاں شخص ایسا ہے ویسا ہے۔

(۳) کسی کو حقیر سمجھنا' اس کو ذلیل کرنا' اس کو بدنام کرنا فسق کی بات ہے' اس سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے۔

(۴) اس قسم کی حرکتیں کرنے والا اگر توبہ نہ کرے تو وہ ظالم کہلائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ظالم کو پسند نہیں کرتا' ظالم پر اللہ کی رحمت نہیں نازل ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اگر کتے کے ساتھ بھی استہزاء کروں تو مجھے ڈر ہوتا ہے کہ میں خود کتا نہ بنا دیا جاؤں۔ (قرطبی)

علماء نے فرمایا ہے کہ انسان کو چاہئے کہ اپنے عیوب پر نظر کرے' اپنے کو درست کرتا رہے' جو ایسا کرے گا۔ اس کو دوسروں کے اندر عیب نکالنے کی فرصت کہاں مل سکتی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے' لا یغتب بعضکم بعضا (حجرات)

یعنی کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ جب اختلاف ہوتا ہے تو ایک دوسرے کی برائی اور غیبت ہی مشغلہ بن جاتا ہے حدیث پاک میں غیبت کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ زنا سے بھی زیادہ سخت ہے' ایک حدیث پاک میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب مجھ کو معراج ہوئی تو میں نے ایسی قوم دیکھی جن کے ناخن پیتل کے ہیں اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے ہیں میں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں انہوں نے بتلایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کی غیبت کیا کرتے تھے اور ان کو ذلیل کرتے تھے۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں' کسی کی جان اور مال کا نقصان نہ کریں' یہ وقت جھگڑے فساد کا نہیں سب مل جل کر رہیں۔

ایک جگہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین دن سے زائد کسی مسلمان سے قطع تعلق نہ کرنا چاہئے۔ اگر تین دن کے اندر صلح نہیں کی اور اسی حال میں موت آ گئی تو دوزخ میں جائے گا۔

آخر میں پھر گزارش کرتا ہوں کہ جن مسائل میں علماء کا اختلاف ہے اس میں عوام کو نہ پڑنا چاہئے، علمی باتوں کو اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔ عام لوگ کیا جانیں، اگر کوئی عالم جھگڑے فساد کی اور مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کی بات کرے تو صاف کہہ دے کہ آپ لوگ عالم ہیں علماء آپس میں بحث کرتے رہیں ہم کو اس میں نہ ڈالئے، کیا اس سے پہلے مسلمان نہ تھے وہ بھی اذان دیتے تھے نماز پڑھتے تھے۔ ان کے بارے میں کسی نے نہ سنا ہوگا کہ وہ ان باتوں میں جھگڑتے ہوں۔ آج ان باتوں کو لے کر مسلمانوں میں انتشار پیدا کیا جارہا ہے، بیویوں کو طلاق دی جارہی ہے ایک دوسرے سے سلام کلام بند ہو رہا ہے، ایک دوسرے کو ذلیل کیا جارہا ہے، مسجدوں سے نکالا جارہا ہے ناجائز مقدمات میں پھنسلیا جاتا ہے۔ ہر شخص کو چاہئے کہ اپنی عاقبت بنائے، قبر اور حشر میں جن چیزوں کا سوال ہوگا اس کی تیاری کرے، کسی کے پیچھے نہ پڑ جائے، کسی کو برا نہ کہے، ذلیل نہ کرے، معلوم نہیں اللہ پاک کے یہاں کس کی کون سی ادا پسند آجائے اور اس کو بخش دے، یہ اللہ پاک ہی بہتر جانتا ہے کہ حقیقۃً کون مسلمان ہے اور کون نہیں۔ کس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور کس کا کفر پر۔ اگر کسی کو کسی مسئلہ کی تحقیق کرنی ہے تو ہر طبقہ کے علماء سے ملاقات کرے، ہر ایک کی بات سنے ہر جماعت کے علماء کی کتابیں دیکھے کہ اس مسئلہ میں کیا لکھتے ہیں۔ یہ عقل مندی نہیں کہ ایک کی بات سن کر دوسرے کو گمراہ قرار دے دے اور اس سے سلام کلام، ملنا جلنا بند کردے۔

احقر صدیق احمد

خادم جامعہ عربیہ ہتورا۔ باندہ

ارشادگرامی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

آج کل ذرا سی بات پر بدعت اور وہابیت کاالزام لگادیا جاتا ہے صاحبو! کس کی بدعت کس کی وہابیت۔حضور ﷺ کے احکام میں بعض مختلف فیہ بھی ہیں' کوئی کسی طرف گیاکوئی کسی طرف 'تواس کے لئے لڑتے کیوں ہو۔

اوراگر کوئی مسئلہ متعین الصواب ہے (یعنی تمہارے نزدیک اس میں حق متعین ہے)اوراس میں کسی کولغزش ہے تواس غیر کے لئے دعاء کرو۔یہ طعن و تشنیع کاشیوہ مناسب نہیں ہے۔اپنے کام میں لگے رہو۔اگر کوئی براہو تواس پر رحم کرو۔اس کے لئے دعاء کرو۔

(طریق القرب ملحقہ تسلیم ورضا'ص۲۰۶)

باسمہ تعالیٰ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی

فاضل عزیزی مولوی محمد زید مظاہری ندوی مدرس جامعہ عربیہ ہتورا (بارک اللہ فی حیاتہ وفی اعمالہ) نے جو حضرت حکیم الامت کے افادات وارشادات اور تحقیقات ونظریات کو مختلف عنوانوں اور موضوعات کے تحت اس طرح جمع کر رہے ہیں کہ حضرت کے علوم وافادات کا ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) تیار ہوتا جارہا ہے ان خصوصیات اور افادیت کی بنا پر عزیز گرامی قدر مولوی محمد زید مظاہری ندوی نہ صرف تھانوی دیوبندی حلقہ کی طرف سے بلکہ تمام سلیم الطبع اور صحیح الفکر حق شناسوں اور قدر دانوں کی طرف سے بھی شکریہ اور دعا کے مستحق ہیں

ابوالحسن علی ندوی
(دائرہ شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلی)

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی (جامعہ عربیہ ہتورا باندہ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے علوم ومعارف کے سلسلہ میں مختلف عنوان سے ہندو پاک میں کام ہو رہا ہے لیکن بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے عزیزی مولوی مفتی محمد زید سلمہ مدرس جامعہ عربیہ ہتورا کو جس نرالے انداز سے کام کی توفیق عطا فرمائی اس جامعیت کے ساتھ ابھی تک کام نہیں ہوا تھا اس سلسلہ کی دو درجن سے زائد ان کی تصانیف ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اس کو قبولیت تامہ عطا فرمائے اور مزید توفیق نصیب فرمائے۔

احقر صدیق احمد غفرلہ (خادم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ یوپی)

حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

واقعہ یہ ہے کہ آپ کی توجہ اس قدر مفید بلکہ نہایت اہم کام کی طرف مبذول ہوئی ہے کہ اس کیلئے خداوندی رہنمائی اور ذکاوت نادرہ کے بغیر آمادگی نہیں ہوسکتی تھی یہ محض اللہ کا فضل ہے ہوسکتا ہے کہ ناواقف کی نظر میں یہ کام اتنا اہم نہ ہو جتنا فی نفسہ ہے لیکن حقیقۃً کسی بڑے تحقیقی وعلمی کام سے کم اہم نہیں۔

برہان الدین سنبھلی

ایک علمی واصلاحی قابل قدر کام وافادات صدیق 'وحیات صدیق

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی نظر میں

ہمارے اس عہد قرب وجوار اور علم وواقفیت کے دائرہ میں مولانا سید صدیق احمد مظاہریؒ کی ذات انہیں ربانی علماء اور مربی ومصلح شیوخ میں ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص وللہیت ' جذبہ اصلاح وتبلیغ' حقیقت شناسی اور حقیقت بینی اور راہ خدا میں جفاکشی وبلند ہمتی کے اوصاف سے متصف فرمایا ہے 'اور اظہار حق اور صحیح مشورہ کی جرأت بھی عطا فرمائی ہے۔آپ کی مجالس میں صحیح طریقہ کی رہنمائی ملتی ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ فاضل عزیز مولوی محمد زید مظاہری ندوی صاحب نے ان افادات وملفوظات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے یہ ایک قابل قدر اصلاحی قیمتی ذخیرہ تھا جو ان کے مجالس کے ملفوظات ومکتوبات میں پھیلا ہوا تھا' مولانا محمد زید مظاہری ندوی قارئین معاصرین' مدارس کے فضلاء وطلباء طالبین حق اور اپنی اصلاح وتربیت کے خواہشمندوں کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک مجموعہ میں ان کو جمع کر دیا ہے۔

محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی۔ ہردوئی۔

بلاشبہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی کے قابل قدر کارناموں کے پیش نظر اس کی ضرورت تھی کہ ان کی تبلیغی وتعلیمی اور اصلاحی خدمات 'اور ان کی زندگی کی نمایاں خصوصیات واوصاف سے موجودہ اور آنے والی نسلوں کو واقف کرادیا جائے تاکہ وہ اپنی اپنی زندگیوں میں اس سے روشنی حاصل کر سکیں جسکے لئے یہ بہترین ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کی اس اشاعت کو قبول فرمائے اور امت مسلمہ کے لئے مفید اور نافع بنائے۔

حکیم محمد اختر صاحب ناظم اشاعت الحق کراچی

مکرمی مولانا مفتی محمد زید' زید علمہ ورشدہ نے اپنے مرشد حضرت مولانا شاہ قاری صدیق احمدؒ کے ارشادات وملفوظات کو جس احسن انداز سے جمع کیا ہے جستہ جستہ دیکھ کر قلب مسرور ہوا اللہ تعالیٰ ان مضامین نافعہ کو امت مسلمہ کے لئے مفید بنائیں اور شرف حسن قبول عطاء فرمائیں۔